SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Wednesday, December 26, 1990

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House), Islamabad, at 3.30 of the clock in the evening, with Mr. Deputy Chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ
لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ
قَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾
وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Wednesday, December 26, 1990

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House), Islamabad, at 3.30 of the clock in the evening, with Mr. Deputy Chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ
لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ
قَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾
وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

ترجمہ:۔ مومنو اخدا اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔ جب کہ رسول خدا تمھیں ایسے کام کے لیئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔ اور جان رکھو کہ خدا آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیئے جاؤ گے۔

اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں اور جان رکھو کہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔ (سورہ انفال)

جناب ڈپٹی چیئرمین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سے پہلے کہ ہاؤس کی باقاعدہ کاروائی شروع کی جائے گیلریز میں اور جہاں جہاں بھی آپ صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں ان سے گذارش کروں گا کہ قرآن پاک کی تلاوت جب ہو رہی ہو تو ہمارا یہ فرض ہے کہ خاموشی سے اس کو سنیں اور اس کے بعد اس کا ترجمہ بھی سنیں اور اگر ہم اتنا سا بھی اپنے رویے کو سدھار نہیں سکتے تو مجھے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس ملک اور قوم کو اسلامی راستے پر ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے تاہم جو اصحاب گیلریوں میں ڈیوٹی پر ہیں وہ بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ جو لوگ گیلریوں میں تشریف لاتے ہیں وہ تلاوت کے وقت اس کے احترام کو ملحوظ رکھیں۔ شکریہ۔ جی جاوید صاحب

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, today, the day set aside for the President's Address, may one ask where has the Government been misplaced?

جناب سرتاج عزیز: اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے میں اور یہ ساتھی حاضر ہیں.....

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ سرتاج عزیز صاحب آپ نے صحیح فرمایا کہ اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اپر ہاؤس ہونے کے باوجود اس کی اہمیت اتنی کم کر دی جائے کہ اسمبلی کے اجلاس میں تو سارے وزراء موجود ہوں اور یہاں پر نہ ہو رہا ہو آپ تو ویسے بھی ہمارے مہربان اور بزرگ ہیں آپ تشریف رکھتے ہیں اور آپ کی حاضری یوں معلوم ہی نہیں ہوتی کہ کیبنٹ کی حاضری ہے گو کہ آپ نمائندگی کرتے ہیں۔ اس لیئے گذارش یہ ہے اور مناسب بھی ہوگا کہ سینٹ کو بھی اتنی ہی اہمیت دی جائے۔ صرف اسی بہانے پر کہ اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے یہاں تشریف نہ لانا مناسب نہیں۔ پرسوں بھی late hours میں یہ point out ہوا تھا۔ اگرچہ گورنمنٹ کے وزراء اور کیبنٹ کی تعداد بھی کم ہے۔ مصروفیات بھی بہت ہیں۔ ہم اس کا احساس بھی رکھتے ہیں۔ لیکن

میں سمجھتا ہوں کہ دیگر وزراء کو آنا چاہیئے۔ سرتاج عزیز صاحب کی موجودگی ساری کیبنٹ کی نمائندگی نہیں شکریہ.....

سید فیصح اقبال = آپ کی توجہ کے لیئے یہ دونوں اجلاس بیک وقت کیوں ہو رہے ہیں؟ پہلے یہ ہوتا تھا کہ صبح اگر سینیٹ ہے تو شام کو اسمبلی کا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین = شکریہ جی تشریف رکھیں یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ یہ معاملہ چیمبر میں بھی discuss ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔

سید فیصح اقبال = آپ رولنگ دیں کہ وزراء کیوں نہیں آ رہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین = آپ تشریف رکھیں جو میں نے کہنا تھا کہہ دیا مزید میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا فیصح صاحب آپ تشریف رکھیں۔

LEAVE FOR ABSENCE

جناب ڈپٹی چیئرمین = جناب احمد میاں سومرو صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۲۶ دسمبر ۱۹۹۰ء سے یکم جنوری ۱۹۹۱ء تک رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔ (رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین = پروفیسر خورشید احمد صاحب ایک سرکاری میٹنگ کی غرض سے کراچی چلے گئے ہیں۔ اس لیئے انہوں نے ایوان سے ۲۶ اور ۲۷ دسمبر کے لیئے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور کرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین = آئیٹم ۲، سرتاج عزیز صاحب پیش کریں گے۔

ORDINANCES LAID ON THE TABLE OF THE HOUSE

Mr. Sartaj Aziz: Mr. Chairman, on behalf of the Minister for Justice and Parliamentary Affairs, I beg to lay before the Senate the following Ordinances as required by clause (2) of Article 89 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

[Mr. Sartaj Aziz]

(1) The Criminal Law (Fifth Amendment) Ordinance, 1990, (XV of 1990).

(2) The Pakistan Telecommunication Corporation Ordinance 1990, (XVI of 1990).

(3) The Banks (Nationalization) (Amendment) Ordinance 1990, (XVII of 1990).

(4) The Representation of the People (Second Amendment) Ordinance, 1990, (XVIII of 1990).

Mr. Deputy Chairman: Thank you. The above mentioned Ordinances stand laid.

Mr. Javed Jabbar on point of order.

Mr. Javed Jabbar: You may recall I had invited the attention of the Chairman to the fact that in violation of Rule 132, all Ordinances promulgated had not been laid on the table of the House. Today, we have had four. Is the Minister able to assure us that no more Ordinances were promulgated between the last sitting of the Senate and this one?

Mr. Deputy Chairman: What do you mean by the last sitting?

Mr. Javed Jabbar: Betwen the last session of the Senate which occurred on the 8th of November and the commencement of this session which is the 22nd of December. Is the Minister able to assure us that no more than six Ordinances were promulgated by the President, because to the best of my knowledge more than six have been promulgated.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Mr. Sartaj Aziz, please.

Mr. Sartaj Aziz: I will verify it and inform the House within today's session.

Mr. Deputy Chairman: Next item No. 3. ELECTION OF SENATORS TO A STANDING COMMITTEE.

Mr. Sartaj Aziz: On behalf of the Minister for Education, I beg to move that as required by clause (k) of section 5 of the Federal Board of Intermediate and Secondary Educ-

ation, Islamabad, Act 1975, Mr. Abdul Majid Kazi, Senator and Syed Fasein Iqbal, Senator be elected by the House to be the members of the Federal Board of Intermediate and Secondary Education, Islamabad, for a term of three years.

Mr. Deputy Chairman: Now the question is whether the House is agreed to elect Mr. Abdul Majid Kazi and Faseih Iqbal.

consensus. جناب عبدالرحمن جمالی = گزارش یہ ہے کہ پہلے بھی جب یہ ممبرز بنتے تھے تو پہلے کنسلٹ کرلیا جاتا تھا

I don't know how these have been selected.

Mr. Deputy Chairman: It is up to the House.

انہوں نے تو move کر کے آپ سے پوچھا ہے۔

جناب عبدالرحمن جمالی = میں عرض کروں گا کہ یہ دو صوبوں سے ہے تو دو اور بھی صوبے ہیں اگر زیادہ بڑھا دیے جائیں تو بہتر ہے۔

میر حسین بخش بنگلزئی = جناب چیئرمین! میں وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے یہ دو نام ایوان کی approval کے لیئے پیش کیئے ہیں یا یہ already approve ہو گئے ہیں select اور elect ہو گئے ہیں اور اب ان کو approve کرایا جا رہا ہے اس سلسلے میں ہم clear نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین = شکریہ جی مخمر امام صاحب۔

Syed Fakhar Imam: Mr. Chairman, these honourable Senators have to be elected or adopted by the House today.

Mr. Deputy Chairman: Mr. Javed Jabbar on point of order.

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, a principle of parliamentary democracy is that before names are put up, and I have no objection whatsoever to these two my colleagues, but a principle is that all sides of the House are consulted. In this case the oppoisition has not been taken into confidence. I think this is a very grave departure.

Interruptions

Mr. Javed Jabbar: Treasury Benches. This is not a treasury Senate. This is a multi-party Senate.

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں محمد علی خان صاحب کو اس سلسلے میں زحمت دوں گا کم از کم لیڈر آف دی ہاؤس تو ہیں۔ اگر اپوزیشن نہیں۔

جناب محمد علی خان: جناب چیئرمین صاحب جس طرح آج آپ کو معلوم ہوا اس طرح مجھے بھی معلوم ہو گیا ہے۔

میر حسین بخش بنگلزئی: جناب اس میں ایک ٹیکنیکل پوائنٹ یہ آتا ہے کہ ہمارے ایک انتہائی قابل احترام colleague قاضی عبدالمجید صاحب مارچ میں ریٹائر ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ ٹرم تین سال کی ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Mr. Fakhar Imam, Minister for Education wants to say something.

Syed Fakhar Imam: Thank you.

Mr. Chairman, if the honourable Senators so desire I can retract the motion.

Mr. Deputy Chairman: That will be proper, I think.

کیوں آپ لوگوں کی یہی مرضی ہے کہ اس کو لے کر دوبارہ consider کیا جائے۔ ٹھیک ہے جی

Not moved.

Syed Fakhar Imam: Thank you.

Mr. Javed Jabbar: At the last sitting I had referred your kind attention to a privilege motion which I had submitted on the 23rd of December. You had very graciously assured me that it would be taken up at the next sitting. May one ask if one can move that privilege motion.

Mr. Deputy Chairman: But I think as far as I can recall my memories, I assured you to come to my Chamber and it can be discussed there. So, I think you never happened to the Chamber. I am afraid that it has been killed in the Chamber.

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, is this a new procedure for moving privilege motions in the Chamber?

Mr. Deputy Chairman: No, it is not. But as you said those words were not proper. What I promised was that you

may come to my Chamber and then we will discuss it there.

Mr. Javed Jabbar: Provided you don't kill it in the Chamber.

Mr. Deputy Chairman: Thank you.

Yes, please Nawabzada Jehangir Shah.

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی = یہ جو آرڈیننس آیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین = یہ کونسا ہے اس کو ابھی اٹھایا نہیں ہے۔ اچھا ٹھیک ہے نوابزادہ صاحب فرمالیں۔

(مداخلت)

Nawabzada Jehangir Shah Jogezai: Mr. Chairman, Sir, it reads: "Provided that, in a case in which sentence of death shall have been passed against an offender convicted for an offence of murder, such sentence shall not be commuted without the consent of the heirs of the victim".

وہ تو صاف ہے۔ یا تو قصاص ہوتا ہے۔

What is the use of making this amendment?

جناب ڈپٹی چیئرمین = نوابزادہ صاحب اس پر بحث جب شروع ہوگی اس وقت اس پر آپ جو کہنا چاہیں گے وہ مناسب وقت ہوگا۔

Nawabzada Jehangir Shah Jogezai: There is a Bill already in the House. It is under consideration. So, why such a piecemeal things are introduced in the House?

جناب ڈپٹی چیئرمین = آرڈیننس جب promulgate ہوتا ہے تو ہاؤس میں اس کو lay کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لیئے یہاں lay کیا ہے۔ یہ اسمبلی میں بھی laid ہے اور ہاؤس میں بھی laid ہے۔ اس پر اگر کوئی objection ہے تو اس کو discussion کے دوران لیں گے

FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

Mr. Deputy Chairman: Item No. 4.

Discussion on the following motion moved by Mr. Fakhar

[Mr. Deputy Chairman]

Imam, Minister for Education, Law, Justice and Parliamentary Affairs, on 22nd December, 1990:

> "This House expresses its deep gratitude to the President of Pakistan for his Address before the two Houses assembled together on the 8th November, 1990".

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, when the amendment will be moved.

Mr. Deputy Chairman: That will be taken, Mr. Javed Jabbar. You are well-versed with the Rules of Procedure and Conduct of Business in the House.

Mr. Javed Jabbar: But please note that the Orders of the Day...

Mr. Deputy Chairman: But why are you creating this confusion unnecessarily.

لسٹ میرے سامنے ہے محمد علی خان صاحب آپ فرمائیں۔

جناب محمد علی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب۔ صدر غلام اسحاق خان نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے دوران جن باتوں کا بطور خاص تذکرہ فرمایا ہے ان میں (۱) غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی (۲) بیرونی امداد کی خاطر اپنی آزادی اور خود مختاری پر حرف نہ آنے دینے کا عزم اور (۳) بھارت کے ساتھ برابری اور احترام کی بنیاد پر تعلقات کا قائم کرنا۔ مسلمان ملکوں کے ساتھ قریبی تعلقات قائم کرنا۔ مسئلہ افغانستان کے سیاسی تصفیے کے لیئے کاوشیں کرنا اور حکومتی سطح پر کسی خاص جماعت کی بجائے پوری قوم کی نمائندگی کرنے کی ہدایت۔ احتساب کے عمل کو انتقام میں تبدیل نہ کرنے کی ضرورت پر زور اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سماجی اور اقتصادی انصاف کی فراہمی۔ صوبوں کو ان کے آئینی حقوق دینے کی پابندی اور قومی مالیاتی کمیشن اور مشترکہ مفادات کی کونسل کے اجلاس جلد از جلد بلانے کی یقین دہانی۔ صاف ستھری اور مستعد انتظامیہ کے ذریعے ملک میں امن و امان قائم کرنا اور تمام فیصلے اہلیت اور استحقاق کی بنیاد پر کرنے کی اہمیت جیسے امور قابل ذکر ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر صدر مملکت نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اپنے خطاب میں جو باتیں کیں وہ ملک کے تمام اندرونی اور بیرونی حالات اور معاملات پر محیط تھیں۔ ان میں ملک کی پالیسیوں کے بنیادی خدوخال کو بھی واضح کر دیا گیا ہے اور ملک کی ترقی،

سلامتی اور خوشحالی اور قومی اتحاد کے ضروری تقاضوں کا بھی بڑی دردمندی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یعنی عملی طور پر پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے صدر کا خطاب نہایت ہی جامع اور بھرپور ہے۔

جناب والا! نو منتخب اسمبلیوں اور نئی حکومت کے آغاز کار کی مناسبت سے یہ تقریر نہایت ہی اہم ہے۔ کیوں کہ اس میں دونوں کو اپنے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ لہٰذا صدر کے خطاب کو اگر ہم آئندہ برسوں کے لئے ملک و قوم کی فلاح و بہبود کا بنیادی چارٹر کہیں تو بے جا نہ ہوگا نو منتخب قومی اسمبلی کے لئے صدر کی باتیں مشعل راہ ہونی چاہئیں۔ صرف چند ماہ پیشتر جس قومی اسمبلی نے اپنے بنیادی فرائض کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قومی تقاضوں کی طرف توجہ نہ دیتے ہوئے اس ملک میں گڑبڑ پھیلانے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ سے اسے توڑ کر نئے انتخابات کرانے کی نوبت آئی اگرچہ ارکان اسمبلی کو معروف پارلیمانی اخلاق کا پابند بنانے اور فلور کراسنگ کو روکنے کے لئے ایک آرڈیننس جاری کیا گیا ہے تاہم ملک کے عوام نے بھی ذاتی مفاد کی خاطر وفاداریاں تبدیل کرنے والوں کے ساتھ جو سلوک پچھلے انتخابات میں کیا ہے اور ان کے خلاف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار جس طرح کیا ہے وہ بھی سب کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے اس کے باوجود نو منتخب ارکان اسمبلی کو اس حقیقت کی یاد دہانی نہایت ہی ضروری ہے کہ جو پارٹی بھی ملک و ملت کے مفادات کی پاسداری کی خاطر منتخب ہو کر اسمبلیوں میں آئے اس کو چاہیئے کہ کہ وہ ذاتی گروہی اور علاقائی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی سوچ میں ایک تبدیلی پیدا کرے اور اس پر عمل کرنے کی عادت ڈال لے یعنی ارکین ان چیزوں سے بالاتر ہو کر سوچیں اور اس پر عمل کریں اور مجھے امید ہے کہ پارلیمنٹ انشاء اللہ تعالیٰ ہارس ٹریڈنگ کے مذموم کاروبار کو روکنے کے لئے عنقریب بلا تاخیر قانون سازی کرے گی۔

جناب والا! عام طور پر کہا جاتا ہے کہ Public memory is very short یعنی عوام کی یادداشت کمزور ہوتی ہے لیکن جہاں تک ان الفاظ کا تعلق ہے۔ یعنی پاکستانی سیاست میں ہارس ٹریڈنگ کا نام پاکستان کے عوام کے اذہان سے ہرگز نہیں نکلے گا۔ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سابقہ نام نہاد عوامی دور

[Mr. Muhammad Ali Khan]

کے باقیات السیئات میں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اس ملک میں رہے گا۔

جناب والا! وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ انتخابات ہوئے بلکہ ایسے غیر جانبدارانہ، آزادانہ و منصفانہ ہوئے جس کے لیئے ترقی یافتہ ممالک کے مبصرین جو روائتی طور پر عموماً اعتراضات کرتے رہتے ہیں انہیں بھی اسے غلط کہنے کا کوئی جواز نہ مل سکا اور وہ مجبوراً اس کے لیئے تحسین بھینے کے لیئے تیار ہوئے۔ ان انتخابات میں شکی المزاج سیاستدانوں کی ہر بدگمانی کو بے جواز قرار دیا گیا اور ہر اعتراض کو بے بنیاد ثابت کر دیا گیا۔

جناب والا! ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ بعض لوگوں کی آرزوؤں سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن انہیں یہ چاہیئے کہ وہ اس عوامی فیصلے کو قبول کر لیں اسی میں ان کی بھلائی اور کامیابی و کامرانی کا راز ہے انہیں چاہیئے کہ اسے عوام دوستی سمجھیں اور یہ جمہوریت نوازی بھی ہے۔

جناب والا! اسی طرح انتخابات جیتنے والوں کو بھی مخالفین کی شکست کے اسباب کا تجزیہ کرنا چاہیئے کہ وہ بھی ایسی غلطی نہ کر پائیں کہ ان کا بھی حشر ان جیسا ہو۔ انتخابات نے اسلامی جمہوری اتحاد کو مکمل مینڈیٹ دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کا یہ تقاضا ہے کہ یہ جماعت اپنے منشور پر بھرپور عمل کرے کیونکہ عوام کی نئی حکومت سے توقعات بھی حد سے زیادہ ہیں انہیں چاہیئے کہ ملک پر حکمرانی کرنے کی بجائے اپنے آپ کو اس ملک کے خادم سمجھیں اور قوم کو یہ موقع دیں کہ قوم ان کی کارکردگی کی وجہ سے انہیں مخدوم کہے جس طرح کہ بقول شیخ سعدی ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ ہر کہ خود را دید او محروم شد

جناب والا! پاکستان کے عوام باشعور اور حقیقت پسند ہیں انہیں یہ معلوم ہے کہ پاکستان ایک ترقی پذیر اور غریب ملک ہے جس کے مسائل لامحدود اور وسائل محدود ہیں لیکن انہیں حکومت سے صرف اپنی ضروریات زندگی کی چیزیں چاہیئیں اور ساتھ ہی بنیادی حقوق کا تحفظ درکار ہے اب خداوند تعالیٰ کے فضل سے موجودہ حکومت اس طرف توجہ دے رہی ہے اور اس ضمن میں انہوں نے بنیادی حقوق کی خاطر ملک سے ایمرجنسی کو بھی ہٹا دیا ہے جو ایک نہایت ہی اہم قدم ہے حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ وہ پاکستان کو ایک عظیم باوقار اور باعزت ملک بنائے تاکہ دنیا پاکستان کو ترقی یافتہ جدید اسلامی جمہوری ملک کی حیثیت سے پہچانے اور پاکستان کے عوام اس پر فخر کر سکیں اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جناب والا! صدر مملکت نے حکومت کو بھی خاص ہدایات کی جگہ پوری قوم کی نمائندگی کرنے اور

اختلاف رائے کو عداوت سے تعبیر نہ کرنے اور اپنے اذہان سے مکمل طور پر فلسفۂ انتقام کو نکالنے کا مشورہ دیا ہے۔ اور اسی طرح حزب اختلاف کو مشورہ دیا ہے کہ وہ انتخابات کی دشواریوں اور سر تلخیوں کو بھول جائیں اور پارلیمانی نظام میں مثبت رویہ اختیار کریں تاکہ قومی اہمیت کے جملہ اہم امور اور مسائل پر قومی مفادات کی خاطر حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں میں ہم آہنگی اور تعاون پایا جائے تاکہ ملک ترقی کر سکے میں اس ضمن میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا ہے اب عوام کی نظریں حزب اختلاف پر جمی ہوئی ہیں اور یہ دیکھ رہی ہیں کہ آیا وہ تعاون علی البر پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ جناب والا! تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی، اس کے ساتھ ہی موجودہ حکومت ملک کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کے لئے بھی کوشاں ہے کیونکہ ہر حکومت کا یہ فرض اولین ہوتا ہے۔ اور یہ ہر حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ملک میں امن و امان رہے اس ضمن میں حکومت نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ مجرم خواہ الذوالفقار تنظیم کی طرح کتنے ہی منظم اور مؤثر اور با اثر کیوں نہ ہوں ریاست کی قوت کو للکارنے کی نہایت ہی عبرتناک سزا دی جائے گی اور اس میں مصلحت آمیزی اور کسی قسم کی کمزوری کا اظہار ہرگز نہیں ہوگا۔

اسی طرح حکومت انتظامیہ میں رشوت ستانی، بدعنوانی، بے حسی، عدم توجہی اور فرعونیت کی لعنتوں کو ختم کرنے کا بھی مصمم ارادہ کر چکی ہے اور اس پالیسی کی کامیابی کا دارومدار عوام کے پر ہے کیوں کہ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جنہی ہیں اسی طرح اس کے ساتھ ہی انتظامیہ کو بھی ایسا قانونی تحفظ فراہم کرنا ہوگا تاکہ وہ آسانی سے اپنی دیانتدارانہ رائے کا اظہار بلا خوف و خطر اور بلا رعایت کر سکے اور کوئی بھی ان کو غلط کاموں میں آلۂ کار نہ بنا سکے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تقرریاں اور ترقیاں جتنی بھی ہیں وہ صرف اہلیت اور اہلیت کی بنا پر قانون کے مطابق کی جائیں نہ کہ اس بدنام زمانہ پلیسمنٹ بیورو جیسے اداروں کے ذریعے کی جائیں جس کا جتنا بھی ذکر کم کیا جائے اتنا ہی بہتر رہے گا۔ اس ضمن میں حکومت نے جو اعلان کیا یقیناً وہ قابل ستائش ہے۔

جناب والا! احتساب کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ایک مہذب معاشرے میں ایسی کوئی بلندی نہیں جہاں تک قانون کے ہاتھ نہ پہنچ سکتے ہوں یہ احتساب کا عمل نگران حکومت کے زمانے میں شروع ہو گیا ہے اور اس ضمن میں کافی مقدمات زیر سماعت ہیں ہمیں اس سے مکمل

[Mr. Muhammad Ali Khan]

اتفاق ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیئے لیکن اس کو کسی صورت میں بھی انتقام کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے۔ اس ضمن میں میری یہ عرض ہے کہ احتساب کو پندرہ سال پہلے یعنی ۱۹۷۵ء سے شروع کرنا چاہیئے اور موجودہ زمانے میں بدعنوانی کی جو بھی مثال سامنے آئے اسے فوراً پکڑا جائے اور قانون کے مطابق اس پر کاروائی کی جائے تاکہ حکومت کے جتنے بھی کام ہوں وہ آئندہ کے لیئے قانون کے مطابق ہوا کریں۔

جناب والا! صوبائی خود مختاری کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وفاقی حکومت کو چاہیئے کہ وہ وفاقی اکائیوں کا اعتماد بحال رکھنے کی خاطر انہیں ان کے آئینی حقوق دے اور جو امور صریحاً Provincial subjects ہیں وہ ان کو دینے کی کوشش کی جائے۔ اس ضمن میں انہوں نے نیشنل فنانس کمیشن کا اجلاس بلانے اور مشترکہ مفادات کی کونسل کو کام کرنے کے مواقع دینے کا بھی اظہار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ وفاق اور صوبہ جات کے درمیان اختیارات کے سلسلے میں غیر یقینی صورت حال کا تدارک کیا جائے۔ جناب والا! اس ضمن میں سینٹ نے کئی قراردادیں پاس کی ہیں لیکن افسوس کی بات ہے اس وقت تک اس طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس پر کوئی کام ہوا ہے بلکہ ہماری شنوائی میں سمجھتا ہوں اس لیئے نہیں ہوئی کہ اس زمانے میں سینٹ کو علاقہ غیر سمجھا جاتا تھا اور ابھی تک وہی پارٹی سینٹ کو ختم کرنے کے درپے ہے جیسے کہ اس دن اسی پارٹی کے ایک ممبر نے نیشنل اسمبلی میں سینٹ کے خلاف تقریر فرمائی۔ جناب والا! سب سے اہم ترین کام جس کی طرف صدر صاحب نے اشارہ فرمایا وہ پارلیمنٹ میں قانون سازی کا کام ہے جس کی طرف پچھلے دور میں کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ جناب والا! صرف نشستند و گفتند و برخاستند پر اکتفا کیا گیا اور ساتھ ہی چوتھی چیز بھی شامل کی گئی ہے وہ ہے خوردند جس پر قوم کا سارا خزانہ تباہ کیا گیا بلکہ لوٹا گیا۔ یعنی ایک ہوتا ہے لوٹ اور ایک ہوتا ہے لوٹ مار جناب عالی! لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا۔ جناب والا! موجودہ حکومت نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ جس واضح مینڈیٹ کے ساتھ یہ آئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے تقاضوں کے مطابق وہ ایسے قوانین پاس کرے گی جس کی وجہ سے پاکستان حقیقی معنوں میں ایک مثالی اسلامی فلاحی مملکت بنے گا اس ضمن میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسلامی جمہوری اتحاد نے قوم کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ پورے کر کے رہے گا۔ اور سب سے پہلے وہ ملک میں شریعت بل پاس کرے گا تاکہ ملک میں احکام خداوندی کے نفاذ کی راہیں ہموار کی جا سکیں۔

جناب والا! صدر صاحب نے ممبران کو ملک کے اقتصادی استحکام اور معاشی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ بغیر اقتصادی استحکام کے کچھ کام نہیں بنتا بلکہ ملک کی جو قوت ہے اس کا دارومدار بھی اسی اقتصادی استحکام پر ہے اور جو تعلیم اور خاص کر سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو عام کئے بغیر بالکل ناممکنات میں سے ہے۔ لہٰذا تعلیم کی سہولتوں کو عام کرنے کے لیئے جامع منصوبہ بندی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ جناب والا! اس ضمن میں عرض ہے کہ جتنے بھی ترقی یافتہ ممالک ہیں وہ اپنے جی این پی کا ۲۰ فیصد تعلیم پر خرچ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ڈھائی فیصد سائنس و ٹیکنالوجی پر خرچ کیا جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے اس کے برعکس وطن عزیز میں تعلیم کے محکمے پر ہم ۲ فیصد سے بھی کم خرچ کر رہے ہیں جو کہ ایک صریح غلطی ہے اور جس کے مقابلے میں ہماری آبادی کی شرح ۳.۰۲ فیصدی ہے اسی آبادی میں روزافزوں اضافے کے ساتھ بیروزگاری کا مسئلہ بھی قوم کے سامنے مزید گھمبیر ہو گیا ہے اس کے لیئے سرمایہ کاری کے واسطے سازگار ماحول پیدا کر کے صنعتی رفتار کو تیز کرنے کی ضرورت پر بھی صدر صاحب نے زور دیا اور یہ بہت ہی خوش آئند بات ہے کہ وزیراعظم پاکستان نے اس ضمن میں صنعتی کاروبار کو unprecedented سہولتیں دی رکھی ہیں اور اس کا اعلان کیا گیا ہے اس کو لوگ انقلابی اقدامات کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان کی وجہ سے انشاءاللہ تعالیٰ ملک میں صنعتی انقلاب برپا ہونے کا امکان ہے۔

جناب والا! اسی طرح زرعی شعبے کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے کیونکہ آج کل کاشتکاروں کی in puts کی جو قیمتیں ہیں وہ آسمان سے باتیں کرنے لگ گئی ہیں۔ جب کہ ان کی پیداوار کی قیمتیں عموماً حکومت مقرر کرتی ہے اور پھر چند ناعاقبت اندیش لوگ ائرکنڈیشنڈ دفاتر اور ڈرائنگ روموں میں بیٹھ کر زرعی ٹیکس کے شوشے چھوڑ رہے ہیں۔ جناب والا! اب یہ بھی سنا گیا ہے کہ Products Index Units کی قیمت کو پانچ گنا زیادہ کیا جا رہا ہے اگر خدانخواستہ یہی حال رہا تو بالآخر یہ بالآخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ دیہاتوں میں آباد ۷۵ فیصدی آبادی اپنا آبائی پیشہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی اور صرف ۲۵ فیصد آبادی کو خوش رکھنے کی خاطر حکومت سب کچھ ۱۸ سے منگوائے گی شہری آبادی کا یہ حصہ نہ صرف خوشحال ہے بلکہ تعلیم کے زیور سے آراستہ اور ضرورت سے زیادہ ہوشیار اور زبان دراز ہے یعنی ان کی زبانوں میں بولنے کی طاقت اور ہاتھوں میں لکھنے کی طاقت

[Mr. Muhammad Ali Khan]

ہے اور ان کے مقابلے میں غریب دیہاتی اپنی تباہی دیکھ کر نہایت خاموشی کے ساتھ پریشان بیٹھے ہیں اور ہر ایک اپنے دل میں یہ محسوس کر رہا ہے کیونکہ بولنے کی طاقت ان میں نہیں ہے اور نہ لکھنے کی طاقت ہے نہ اس کے پاس پریس ہے وہ صرف یہ محسوس کر رہا ہے۔

ع میری دنیا لٹ رہی ہے اور میں کھڑا خاموش ہوں

جناب والا! جب ہم لوگ کاشتکاری کو خیر آباد کہہ دیں گے تو پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ حکومت کے پاس وہ کونسے ذرائع ہیں جن کو وہ استعمال کرے۔ کل اشیائے خورد و نوش باہر سے منگوائے گی زرعی شعبے کے بارے میں اگر غیر ذمہ دارانہ بیانات سے گریز نہ کیا گیا تو میں سمجھتا ہوں خدا نخواستہ ملک خوراک کے بحران کا شکار ہو جائے گا اور پھر اپنی نالائقت اندیشوں کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

جناب والا! ایک دوسری اہم بات جو صدر مملکت نے فرمائی ہے وہ خود انحصاری کی ہے جو اقتصادی ترقی کا اصل معیار ہے کیونکہ دوسروں کے دست نگر لوگ نہ صحیح معنوں میں آزاد ہوتے ہیں اور نہ وہ خود مختار ہوتے ہیں اور اگر ہمیں اپنی آزادی کا تحفظ مقصود ہے تو ہمیں یقیناً اس خود انحصاری کو اپنانا ہو گا اور دوسروں پر انحصار کرنے کو یکسر ختم کرنا ہو گا خلیج کے بحران کی وجہ سے ہم شدید اقتصادی مشکلات سے دوچار ہو گئے ہیں اور ہمارے معاشی مسائل بھی بڑھ گئے ہیں اسی طرح ہماری تجارت بھی بری طرح متاثر ہو گئی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ تیل کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافے نے ہمارا تیل بھی نکال دیا ہے۔ امداد دینے والوں کو یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہم غریب ضرور ہیں لیکن امداد کے عوض ہم کسی قسم کی بھی سودا بازی کیلئے ہرگز تیار نہیں کیونکہ ہم علامہ اقبال کے اس فلسفۂ حیات پر یقین رکھتے ہیں کہ

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

جناب والا! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ امریکہ نے امداد بند کر کے ہمیں راہ راست دکھائی ہے جس کے لئے ہمیں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ بقول شخصے

صد و شر ہمرا نگیز د کہ خیر ما در آں باشد

ایک زمانے میں یہی روس نے چین کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن چین نے کچھ بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی دیکھیے آج وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا ہے اگر ہم یہاں جانفشانی سے محنت کریں تو میں سمجھتا ہوں یقیناً ہم بھی ایک نہ ایک دن اپنی منزل مقصود پانے میں انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران ہو جائینگے۔

جناب والا! اقتصادی دشواریوں کے علاوہ ہماری سرحدوں پر بھی غیر یقینی صورت حال کا سامنا ہے ساتھ ہی کشمیر میں تحریک آزادی کو کچلنے کے لیئے ہندوستان کی کوشش زور و شور سے جاری ہے۔ اور ان کی یہ کوشش ہے کہ اس مزاحمت کو دبائیں لیکن وہ دبانے سے دب نہیں رہی بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

جناب والا! ہمیں یقین کامل ہے کہ کشمیر پاکستان کی شاہ رگ ہے لہٰذا ہم صرف کشمیری حریت پسندوں کی اخلاقی اور سیاسی امداد کرنا ہمارا فرض ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں ہم ان پر ہر طرح سے امداد کرنا فرض عین ہے تاکہ وہ کم از کم وقت میں اپنے مقدس مشن میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ اور ہندوستان سے نجات حاصل کریں۔

اسی طرح بھارتی حکومت بابری مسجد کے تنازعہ پر مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہی ہے جس کی ہماری حکومت شدید مذمت کرتی ہے۔ ہمیں یہاں صرف مذمت پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے ساتھ اس بارے میں گفت و شنید کی جائے اور انہیں میثاق تاشقند پیکٹ کی یاد دہانی کرائی جائے۔

افغانستان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس مسئلے کے حل کیلئے حکومت ایسی پالیسی کو شش جاری رکھے گی جو خود افغان عوام کیلئے قابل قبول ہو۔ جناب والا! اس سلسلے میں پہلا قدم ضرور نجیب اللہ کو وہاں سے ہٹانا ہوگا۔ جس کے ہاتھ اپنی قوم کے خون ناحق سے رنگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح فلسطین کی آزادی اور بیت المقدس کی واگزاری کیلئے بھی پاکستان کی طرف سے روایتی حمایت کا اعلان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اسلامی برادرانہ ممالک کے ساتھ برابرانہ تعلقات کو خوش گوار رکھنے اور انہیں مزید فروغ دینے کیلئے بھی کہا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیج کے اس بحران کو اقوام متحدہ اور او آئی سی کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ اس سلسلے میں جو فیصلے کیئے گئے ہیں وہ ہمیں منظور ہیں۔ یقیناً یہ ایک خوش آئند بات ہے، بالفاظ دیگر حکومت کی خارجہ پالیسی کی بنیاد آزادی خود مختاری، امن، تعاون اور بقائے باہمی کے اصولوں پر قائم کرنے کا اظہار فرمایا گیا جو میں سمجھتا ہوں کہ قومی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ ساتھ ہی ہندوستان جیسے ہمسایہ ملک کے ساتھ باہمی احترام اور برابری کی بنیاد پر تعلقات کو پروان چڑھانے کیلئے کہا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جناب والا! ہم ہندوستان

[Mr. Muhammad Ali Khan]

کے بارے میں کسی خوش فہمی کا شکار ہرگز نہ ہوں کیونکہ ہم سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان صرف طاقت کی زبان کو جانتا ہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو مضبوط کر لیں تو جو بھی ہم کرنا چاہیں گے وہی ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر خدا نخواستہ وہ اپنے مذموم عزائم میں کہیں کامیاب نہ ہو جائیں۔ ملک کا ایک حصہ تو ہندوستان کی ریشہ دوانیوں اور کارستانیوں کی وجہ سے الگ ہو گیا ہے باقی کی تباہی کیلئے وہ روز و شب آج تک مصروف ہے اور اس کی کوشش ہے کہ اسے بھی خراب کیا جائے لہٰذا جب تک وہ کشمیر میں استصواب رائے نہیں کراتے اور مسلمانان ہند کو تحفظات نہیں دیئے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک ہندوستان کے ساتھ تجارتی اور دیگر مراسم کو یکسر ختم کر دیا جائے۔ کیوں کہ ان کے پاس دو گز ہیں ایک اپنے لئے اور ایک دنیا کیلئے جہاں تک چین اور ہندوستان کا تعلق ہے انہوں نے چین کو صاف کہہ دیا ہے کہ جب آپ کے ساتھ ہمارے boundary disputes ختم نہیں ہونگے اس وقت تک آپ کے ساتھ نہ ہمارا کوئی کلچرل پیکٹ ہو سکتا ہے اور نہ ہی تجارتی پیکٹ ہو سکتا ہے اور یہاں ہم ہیں کہ وہ ہمیں یعنی پاکستان کو کہتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ ہم شملہ سمجھوتے کے تحت درست کریں گے فی الحال آپس میں تجارت کو فروغ دیں، کلچرل پیکٹ کریں تاکہ یہاں کے ڈانسرز ادھر جائیں اور وہاں کے گویے اور طوائفیں یہاں آئیں۔

جناب والا! اب یہ چیز مزید یہاں نہیں چلے گی، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت ان سے باخبر رہیں، ہندوستان کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے ہمسایہ ملک چین کے ساتھ تعلقات کو اور بھی بہتر بنانا چاہیئے۔ کیونکہ فارسی کا ایک مقولہ ہے کہ

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست

در پریشان حالی و درماندگی

پچھلے ادوار میں اور پچھلے واقعات میں چین نے اپنی مکمل دوستی کا ثبوت پیش کیا ہے اسی طرح روس جو ہمارا عظیم پڑوسی ہے، اس کے ساتھ بھی دوستانہ مراسم بڑھانے کیلئے صدر مملکت نے کہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ افغانستان کے مسئلہ کا پرامن حل ہونے کے بعد پشاور اور تاشقند کے درمیان صدیوں پرانی تجارتی شاہراہ کو کھولنا چاہیئے اور اس تجارت کو از سر نو بحال کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جناب والا! اس ضمن میں ہمارے ایک وفد کو تاشقند میں سیاسی زعماء نے کہا کہ اگر یہ راستہ کھل جائے تو آپ پشاور سے دو گھنٹے کے اندر اندر تاشقند پہنچ سکیں گے اور وہ دن دور نہیں کہ جب پشاور کا ہر بیوپاری شخص

تاشقندی ہوگا اور اسی طرح تاشقند میں بیسواں یا پندرھواں شخص پاکستانی ہوگا۔ آج کل دنیا معاشی حالت دگرگوں ہے، اقتصادی حالت دگرگوں ہے، ان کے روبلز کی قیمت بھی گر گئی ہے۔ لہٰذا ہماری حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس کے ساتھ تجارت کی طرف توجہ دے میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں روس کے ساتھ تجارت ہمارے لئے سود مند ثابت ہوگی۔

جناب والا! اسی طرح یورپ اور جاپان کے ساتھ تعلقات کو بھی اہمیت دینی چاہیے۔ جہاں تک بین الاقوامی تنظیموں کا تعلق ہے، یعنی اقوام متحدہ، غیر جانب دار تحریک، اسلامی کانفرنس کی تحریک اور دولت مشترکہ وغیرہ، ان میں ہم نہ صرف اپنی کاغذی ذمہ داریاں پوری کریں بلکہ ان میں ہم اپنا مکمل رول ادا کرنے کی کوشش کریں لیکن جہاں تک سارک کا تعلق ہے اس کے چارٹر پر ہمیں نظر ثانی کرنا پڑے گی کیونکہ آج تک اس میں ہم اپنے باہمی تنازعات کو نہیں اٹھا سکتے ہیں اور نہ ہی ان پر بحث کی جا سکی ہے اور یقیناً اس سے بالکل ہندوستان کی مائنڈ سیٹ بالکل صاف ظاہر ہوتی ہے۔

جناب والا! مسلح افواج کے بارے میں صدر صاحب نے درست فرمایا کہ حکومت مسلح افواج کی دفاعی صلاحیت کو اس حد تک بڑھانے کی کوشش کرے گی کہ دشمن ہمارے خلاف جارحانہ عزائم کو اپنے ذہن میں جگہ دینے کی جرأت ہی نہیں کرے گا۔ جناب والا! ہمیں اسرائیل کی طرح باقاعدہ قوم کو ٹریننگ دینی چاہیئے تاکہ وہ بوقت ضرورت میدان کارزار میں اتر سکیں اور اس میدان میں بھی ہوں ہمیں کسی دوسرے کا دست نگر نہیں رہنا چاہیے بلکہ ملکی وسائل پر بھروسہ کرنا چاہیے ٹینکوں کے علاوہ اب وقت آگیا ہے کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم خود ہوائی جہاز بنائیں اگر اس میں ہمیں کچھ مشکلات کا سامنا ہے تو اس سلسلے میں اگر قوم پر دفاعی سرچارج لگانا پڑے تو یقیناً قوم اس کو بصد ق دل قبول کرے گی لیکن یہ چیز از حد ضروری ہے اور اس طرف حکومت کو توجہ دینی پڑے گی۔

جناب والا! اپنی تقریر کے اختتام پر صدر صاحب نے نہایت ہی شریف النفس اور حلیم الطبع وزیر اعظم پاکستان کی صلاحیتوں کی تعریف کی ہے اور یہ امید ظاہر کی ہے کہ وہ ملک کے حالات کو اپنی موافقت میں موڑنے کا عزم اور صلاحیت کا ثبوت پیش کریں گے یقیناً یہ سارے ملک و ملت کی تمنا ہے اور میں کہتا ہوں کہ قوم کی دعائیں بھی وزیر اعظم کے ساتھ ہیں مجھے یقین واثق ہے کہ ہمارے نوجوان اور پر عزم وزیر اعظم صدر مملکت جیسی مدبر شخصیت کے ساتھ مل کر قوم کو ہر شعبۂ زندگی میں انشاء اللہ

تعاون کامیابی و کامرانی سے ہم کنار کریں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب جاوید جبار صاحب،

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, may I request for your kind permission to speak while seated due to indisposition.

Mr. Deputy Chairman: If you cannot afford to stand, yes, of course, you can speak.

Mr. Javed Jabbar: I am able to stand up to the majority in the House but I am not able to stand through my speech.

Mr. Deputy Chairman: Than it is alright, please carry on.

Mr. Javed Jabbar: Thank you very much. Mr. Chairman, as we or at least myself personally begin to address on the subject of the President's Address to Parliament in November, 1990, I would like to emphasise that even though I am in the opposition and even though I have sharp and deep disagreements with the President and the Prime Minister and his government on matters of policy, I hold both of these individuals in considerable esteem. Both because of their individual character and background and because of their frequent expressions of commitment to the well-being and the unity of this country. This does not in any way detract from my differences with them. But it is necessary to make this clarification at the outset because we are still suffering from a very hostile political environment, fortunately not so violent physically but certainly verbally very violent, even though we had so many elections in the last few years and we had changes of government. Whenever we talk of government or opposition we talk almost as if we are addressing the enemy or talking about the enemy. The Government is not able to recognize a single virtue in the opposition except for lip service about the need for an opposition or the previous government and the opposition never recognizes anything good about the government. I think this is a very negative tendency which we have inherited from overseas perhaps but which is not necessarily relevant to Pakistan.

We should be willing to say what is black and what is white whether it comes from this side of the House or that side of the House.

Now, Mr. Chairman, I would begin by pointing out that I disagree with the timing of the President's Address. A new government and a new Prime Minister is installed on the 6th of November 1990, the President's Address which is supposed to reflect the policy statement of the government for the next one year is made on the 8th of November. Now of course, it is a ritual and a tradition that as soon as a new government is installed it is supposed to make a policy statement but I find it difficult to understand how within the space of 48 hours, however, intelligent, brilliant, well-prepared a political party may be, it is able to suddenly understand the secrets of state craft and study the data to which only governments have access and then make a policy statement. I believe that we should revise the timing of the President's Address and allow a new government and a new Prime Minister at least three weeks if not four weeks after being installed in office to properly study what this government has inherited, what are those portions of its manifesto which are relevant to pratical implementation over the next one year and then with considered deliberations present or request the President to address the joint Houses of the Parliament. By doing this we will immediately make the President's Address rise above platitudes and generalities because much as I respect the professional background of the President and the prime Minister's commitment I find in this President's Address for too many broad sweeping, unspecific statements which can be found in any good, well intentioned essay. But here we are dealing with the lives of a hundred and nine million people. We are dealing with a country which is still stuck and unable to get out of this trap of contradictions which we have inherited through history and we can not move forward with a whole complex concept of government on the basis of platitudes alone or on the basis of even good intent. Every speech is full of good intentions but a policy document by the government of Pakistan must be specific, it must be logical and it must be rational and it must recognize where policies have failed in the past and

[Mr. Javed Jabbar]

how a new government proposes to address itself in the future. So, therefore, I suggest that we should consider the advisability of postponing the traditional timing of the President's Address.

Mr. Chairman, in the unique case of Pakistan what are we to make of the President's Address. is it really the Address by the government of Pakistan delivered by the President of Pakistan? Because if you take into account the amendments made in the Constitution the arbitrary amendments, most of them bad, some of them good after 1977, we find that the President has himself become a component of government. He is no longer just a component of Parliament, he has become an executive part of government. Therefore, when you look at the content of the speech and the tone of the speech and the identity of the speech there is a considerable variation. Sometimes the President's Address sounds like a monologue- one person speaking, one person the President addressing the nation. In certain other parts of this President's Address you find it becomes a duet like two people singing or two people talking to each other. The President addressing his own government, the President commenting on his own Prime Minister or vice versa and thirdly sometimes there are portions in the President's Address where it sounds like a chorus. So, we have got to decide once and for all in Pakistan what is the President's Address. If the President's Address is the Prime Minister of Pakistan and his cabinet speaking through the voice of the President then there will be no references to themselves. You can not sit there and crave yourself as being very dedicated and committed and so on. You have got to take policy issues and just address those issues and and say this is what we propose to do. So, I think there is a need also to look at tonal identity of the President's Address because at the moment it looks like a split identity and through the monologue, the duet and the chorus there is also the distant thunder in the winds and you know what that distant thunder is and where it comes from.

My speech on this subject is composed of six parts. One is the back drop to the President's Address, the period from the 6th of August to the 6th of November because it is an essential part of evaluating the President's Address. The

second Mr. Chairman, is a section devoted to proposed amendments to the Constitution of Pakistan which are directly relevant to the electoral process and to the nature of Parliament and amendments required in the electoral laws in order to make the results of the elections more relevant to our contemporary reality. The third part of my presentation Mr. Chairman, is devoted to the nature of this mighty coalition of elements that is presently governing the country both at the federal level and all four provincial levels. And fourthly — the fourth part of my speech consists of glaring, blatant omissions from the President's Address and references to those issues which do not receive the priority that they deserve. The fifth part of my presentation Mr. Chairman consists of the gap between words and deeds and the sixth part and the concluding part Mr. Chairman, is the challanges for the 90's which are either found in the President's Address or not found in them.

To begin from the beginning Mr. Chairman, if it is at all possible to begin from the beginning for that great afternoon of the 6th of August, 1990. I am prepared to accept that the Pakistan Peoples Party's government may have committed many sins of omissions and commissions, I will not debate it here and I hope you also applaud when I draw attention to your own considerable failings because you are running up a long list already in the brief period that you already had. So, whatever the PPP may have done, I think we need to look at the nature of the caretaker concept in our Constitution. The original 1973 Constitution has no reference to a caretaker government. The caretaker government is a directly inherited creature from the era of dictatorship. In most, if not all parliamentary democracies, the outgoing government becomes the caretaker government and you do not find in any other Constitution this unlimited scope for intervention by a caretaker government. It is virtually a caretaker concept of power without responsibility; exercise all the power you like, there is no accountability because someone-else is going to take over in any case or you yourself are going to take over from yourself because judging the honourable caretaker government by its actions not by its pronouncement, one would have wished them well but it was more a 'take-over government'. It was more a government that managed to organize the entire state system against

[Mr. Javed Jabbar]

one political party. I wish for their own sake they had chosen to be a little more fair minded to themselves, to the people at large and even have chosen one or two people to hold show trials for so called accountability. Whether it is outside Pakistan or inside Pakistan. Let us be honest, whether it is the Pawnwala or a Pandit sitting in the galleries either of them have articulated the truth that the caretaker government was a hostile, partisan administration. In fact, it has been so accomplished in its start that I strongly recommend that the outgoing caretaker government should set up a caretaker consultancy services because many nations in Africa or Latin America might want to benefit from their expertise. They have been so competent at carrying out the task and I am sure that would add to our export earnings.

But Mr. Chairman, that period brings up the role of the Election Commission of Pakistan. Now, it is constitutionally sanctioned body. In theory, it is supposed to be independent, it is supposed to be headed by a Chief Election Commissioner who can only be a sitting Judge, very impressive, but what is the Election Commission is in practice. There are other constitutionally sanctioned organizations like the armed forces. Look at the resources of the armed forces on the one hand and look at the resources of the Election Commission. The Election Commission is entirely and totally dependent on the machinery of the Federal Government and the four provincial governments. By itself the Election Commission is nothing but a few rooms in the Secretariat. It has no power, it has no resources except, of course, the power given to it on papers but how do you carry out that power and if you have this theoretical body totally dependent on five governments which are hostile to one single political force. There is no way a well-meaning Election Commission can be impartial. I would have liked the Election Commission to be impartial, but Mr. Chairman, I regret to say that even my own eye-witness observations of the electoral exercise whether in Sindh, my home province, or elsewhere in the country before the elections, during the elections, after the elections, this was not an impartially conducted election. There will not be possibly any major way that we can prove this but we know it in our hearts at least we who have suffered know it in our hearts and one day history will bear us out and we say this is not just to complain because we have lost. I think

we need to seriously reconsider how should the Election Commission really function. Can it really be effective with the present arrangement? That is why perhaps the Chief Election Commissioner had to go to nooks and corners looking for help to carry out his task. Why finally Mr. Chairman, was the Election Commission obliged to adopting a close door counting method? Why did not it have an open electoral exercise? If everything was impartial and fair why did not the world get to see how the counting is done? What was there to hide? There is no shortage of television cameras in this country. Why did not we have television cameras in the places where the counting was being conducted? We can have television cameras in cricket matches where crowds come and disturb a cricket match. Here the most important single event is taking place and everything isblanketed.All we have to get to see is the charming faces and hear the melodious voices of our commentators on television.

I come to the second part Mr. Chairman, the need for constitutional amendments and I believe the first constitutional amendment must be that the present article defining the role of the caretaker government must be clearly specified. One such specification should be a ban on members of the caretaker government being themselves candidates in the elections. Very simply you avoid any scope for speculation because if you have the opportunity to appear on State media everyday and address the electorate you have a distinct advantage over those candidates in your constituency who do not enjoy that facility. That is just one example of one, not counting many others and also the kind of actions that a caretaker government can do. What are the changes it can make? Should it have the freedom to change all the Ambassadors and High Commissioners it wants even though it has a mandate for only 90 days. Foreign policy is a very sensitive exercise and just because some one does not like an Ambassador's face or he wants a political appointee does not mean the country's foreign policy should suffer but this is what happened in the caretaker government's period. Many High Commissioners and Ambassadors who had recently taken charge were arbitrarily removed.

Other constitutional amendments, Mr. Chairman, which are necessary would be that I belive that democracy has a certain irrationality to it. Democracy is certainly the best of the worst form of the government except for all the rest. It is by no means a perfect form. But look at the irrationalities of democracy. People like Khan Abdul Wali Khan, people like Mairaj Khalid, people like Syeda Abida Hussain, people

[Mr. Javed Jabbar]

like Maulana Fazalur Rehman and others from whose knowledge and experience and commitment Parliament would benefit rejected just because in one constituency one candidate beats them. I find this difficult to accept. It may be alright in the first past the post system; but one constitutional amendment should be considered by which a joint consultation between the Leader of the House and the Leader of the Opposition either in the Assembly or both Senate and Assembly, the government should be able to nominate 10 eminent political leaders who have not won the elections. Give them the right to sit in Parliament without giving them the right to vote because the right to vote must be based on a popular mandate but we would all benefit enormously if people so outstanding as many of our political leaders, who are unfortunately not with us today, remain part of the political process. Because the logic of numbers must be balanced by the insight of wisdom, just having a majority, a brute majority is not enough. Majorities can often undertake incorrect policies and actions and, therefore, democracy must frequently be modulated and ...

Mr. Deputy Chairman: Mr. Akhunzada Benrawar Saeed on point of order. Is it a point of order?

Mr. Akhunzada Behrawar Saeed: Yes, Sir, it is a point of order.

Mr. Deputy Chairman: Right.

Mr. Akhunzada Behrawar Saeed: Mr. Chairman, he (Mr. Javed Jabbar) should confine himself to the Address of the President. He has gone far away from the scope of the President's Address. This will take a long time. So, I request him .....

Mr. Deputy Chairman: It is a good advice for all of us to restrict to the scope of the President's speech but unfortunately none of us follows it.

Yes, Mr. Javed Jabbar, please continue.

Mr. Javed Jabbar: I disagree entirely, Mr. Chairman, about the scope of the President's Address. The President's Address raises basic issues dealing with the role of the caretaker government, dealing with the Constitution. What does he want me to do sing along a few praises and conclude

my speech. That is not the reason for which I was elected and I did not interrupt his long winded speech day before yesterday when he took 50 minutes to tell us things which we already know 50 times. So, I would appreciate the same reciprocity of patienance.

Mr. Deputy Chairman: You (Mr. Javed Jabbar) go ahead with your argument, please.

Mr. Javed Jabbar: My second suggestion is that we should, when we are considering amendments to the Constitution to enable our women to take their seats in Parliament, if there is going to be some controversy about whether these indirectly elected really represent the women or they represent the men in the National Assembly, recognize that women today have many professional qualifications and just as we have reserved seats in the Senate for technocrats, we have professionally qualified and skilled women as well as people from the rural areas so that you do not just get figure heads of women but we get women who are directly involved in the development process, in the political process, in the legal profession, in the medical profession and in other professions so that we have a truly representative Parliament. I say this because the results of the October Elections are not representative of the population of Pakistan. How can have you an Assembly where only one or two women are directly elected representatives. It is absurd to have any legislation when 52% of the country's population has no voice whatsoever in the National Assembly whether metaphorically or physically; and even in the Senate we have one woman out of 87. We cannot continue to ignore this very basic reality just as we in the Senate did at one time. I wanted to introduce a Bill to provide for reserve seats of women, I believe Mr. Chairman, it is an appropriate opportunity to point out that while the results of the elections have given minorities' representation in all the five legislatures, in this the highest legislative body of the country, we do not have a single representative of the minority communities, not a single minority community has any representation and, I think, we should create reserve seats in the Senate so that minorities do not feel excluded and looking at the absurdity of the results where a party in power has gained only 0.6% more seats than the losing party. We must seriously reconsider the virtues of proportional representation

[Mr. Javed Jabbar]

in order to make parliament really reflective of public opinion and not just first past the post principle.

Mr. Chairman, my next submission is on the nature of the present governmental arrangement — the IJI coalition; and I request you to consider Mr. Chairman, is this a coalition of real consensus or is it a coalition of contradictions? On the surface it appears to be a coalition of consensus, consensus on certain minimal principles and unified by their common commitment to Islamic principles as if all rest of us are not Islamic but be that as it may, is a vast majority of votes in all five, if not six, legislatures enough to govern effectively. Look at the ephemeral nature of this vast majority already, (not we) but within a few days of this government's installation talks had begun about where the real power really flows from. Is this coalition a front, a fasard for the powers that really be or is it a coalition that really, honestly reflects the reality of power in Pakistan? I hope it does, for the sake of democracy I hope that this IJI coalition actually commands the power, all power to the IJI coalition if it is a genuine coalition. But from the way they are going about it Mr. Chairman, I deeply regret to point out that not only within the IJI official coalition are there very obvious differences, the Muslim League, the Jamaat-e-Islami, JUI and on the fringes of this coalition, the ANP on one side, the MQM on the other and already the contradictions are becoming apparent on fundamental legislation, on apportinment of cabinet seats, on matters of basic policy. Now, of course, every coalition may have differences but I am just saying that in our kind of country can we afford such basic differences in the governing party. I request them to sort out these differences because confusion is the last thing that this country can afford. Already we have had some very interesting multiple and cross signals in foreign policy, in defence policy, even in finance policy. We cannot afford such confusion. The coalition appears to be far too fragile and I think it needs to be rationalized in strength. Mr. Chairman I now turn to....

Mr. Deputy Chairman: Yes, Akhunzada Sahib.

Akhunzada Behrawar Saeed: The learned Senator should

confine himself to the text of the address. He is going absolutely outside the scope.

Mr. Javed Jabbar: Why don't you go outside the chambers and...

Akhunzada Behrawar Saeed: For instance Sir, women's representation (amendment) Bill is ready, is being brought.....

(Interruptions)

Akhunzada Behrawar Saeed: ....coalition government is the concern of the present government, if he is so keen to discuss it let him compare it with the previous one which had 92 members only. This is not expected from a learned Senator to go to that end.

(Interruptions)

Mr. Javed Jabbar: Why are all these things stinging you so badly? I repeat why are they stinging you so badly? Is the truth hurting?

Mr. Deputy Chairman: Behrawar Saeed Sahib it is no point of order. You will get your chance and opportunity and you compare all the governments but this is what we always do, but still he is kind enough, he is taking care of the government, he is much concerned about the government policies, let him throw light on the government and the cabinet.

(Interruptions)

Mr. Deputy Chairman: No cross talking, Akhunzada Sahib, I request you not to interfere in the speech while he is speaking. I will give you the floor. You will get the opportunity. You can reply to him while speaking on your own turn.

(Interruptions)

Mr. Deputy Chairman: Akhunzada Sahib, I am unable to understand why are you going to disturb him? It will

[Akhunzada Bchrawar Saeed]

waste the time of the House. You will get your chance, I know you are going to have more time than what he will consume. Thank you very much. Yes, Javed Jabbar Sahib.

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, I was going to conclude my point on coalition, not on this subject.

Mr. Deputy Chairman: One thing is that please take care of the time. You know how much time you are going to consume?

Mr. Javed Jabbar: How much Mr. Chairman? In a House of 87 where you have only one or two of us in the opposition, you are reminding me about the time factor. I mean, I have not taken more time than the leader of the House, yet I am conscious of the time.

Mr. Deputy Chairman: You have given me six points of your speech...

Mr. Javed Jabbar: Yes, I am coming to them, if you will allow me to.

Mr. Deputy Chairman: You are elaborating the first one Sir.

Mr. Javed Jabbar: No, I am not Mr. Chairman, I am sorry to correct you. I am now on point No. 4, glaring omissions. I am coming on that.

Mr. Deputy Chairman: Okay, then I am sorry but still I did not stick you to the time.

Mr. Javed Jabbar: I am sorry to say when I move a privilege motion the Chairman keeps on interrupting me, now the Deputy Chairman. What is it? If you do not want a dissenting voice in the Senate rename it the IJI Senate and you have a nice garden party but this is not fair. Why should the Chair constantly interrupt, one or two members of the Opposition and allow total license to the other side?

Mr. Deputy Chairman: You are one of us. You are not a member of the opposition either, do not get sentimental, I am sorry it was Akhunzada Sahib who interrupted you but I just wanted to remind you of the time. You take the time, please continue.

Mr. Javed Jabbar: I am conscious, very conscious, thank

you very much, very kind of you. I would like to conclude my pronouncement on this coalition of contradictions by pointing out Mr. Chairman, that despite having such a vast majority, IJI has had to draw upon the services of three out of four Chief Ministers who belonged to the Pakistan Peoples Party. This great coalition of forces could not find three individuals out of four provinces from amongst their illustreous ranks to run three provinces. So, I assure you the Pakistan Peoples Party is a good reservoir of talent but we will not allow them to be seduced in future so easily.

Mr. Chairman, there are glaring omissions in the President's Address and I with great respect and regret invite your attention to these glaring omissions. No. 1, literacy or its converse illiteracy, the single greatest problem facing this country does not receive a one word mention. It is covered under the possible subject of education. But, education is too vast a subject. We are a country with 70% of people illiterate and the rate of illiteracy is so high because of our population growth that our illiteracy is growing higher than any other country in the region and yet the President's Address makes no reference to it whatsoever whereas the need is to attack this evil, this social phenomenon on emergency war footing.

Second omission — family planning — obviously no one wants to talk about family planning from a political platform because it is supposed to be politically unpopular. You are supposed to loose votes because under some great misconception the great people of Pakistan are supposed to be prejudiced against family planning which is an absolute myth. The people of Pakistan are a very rationale people whether literate or illiterate. It is time that the political leadership and the state leadership should tell the nation the facts that we are now already the tenth populous nation in the world, in another 10 years we will become eighth most and God knows where the limit is; we might be racing ahead towards catastrophe unless we do something again on an emergency war foting to balance our development of resources with our expansion of population.

The third major omission from the President's Address is the energy sector. Well talking about industry and growth and happy prosperity, how can you ignore the enormous

[Mr. Javed Jabbar]

shortages of energy and what better day to bring this to your attention Mr. Chairman, than today when we have been told that the festival of load-shedding will begin from today. So, I congratulate you Mr. Chairman, that all of us will be participating in this festival of load-shedding but if load-shedding is something that the people and industry are going to suffer from, how come the whole energy sector receives no mention at all in the policy document of the Government of Pakistan.

No. 4 omission is — the environment — the very land of Pakistan and how are incorrect policies in agriculture and industry and urbanization are degrading the sacred land of Pakistan, whether it is through water logging and salinity, whether it is through industrial pollution, whether it is through massive de-forestation; we are actually destroying the very land in which we live and at the same time our population is growing. Where is this population finally going to get its food and its non-renewable energy sources from if we continue our present headless attitude towards the environment?

Lastly Mr. Chairman, I regret to say that there is no reference to the minorities in the President's Address. Now, in an ideological country like ours an ideological nation, it becomes more necessary than in a normal country to re-assure the minorities.....

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی قاضی حسین احمد صاحب۔

قاضی حسین احمد: نماز کا وقت ہو گیا ہے اگر آپ [illegible] سینٹ کے ہال میں بھی کم از کم مغرب کی اذان سنانے کا انتظام کر دیں تو بہتر ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: صحیح ہے انہوں نے سن بھی لیا ہو گا مغرب کی اذان کی آواز ایوان میں آئے گی۔ جاوید جبار صاحب۔

Mr. Javed Jabbar: So, I believe Mr. Chairman, that in all fairness, minorities should have been referred to and re-assured about our desire to give them a safe and protected full share of development in Pakistan. Now, Mr. Chairman, one is very surprised to find that in a country where the

vast bulk of population depends on agriculture for its livelihood. When you compare the number of words devoted to agriculture in the President's Address and the number of words devoted to Industries, literally, I can only find one sentence, one sentence in 18 or 19 pages devoted to **agriculture and about 50 or so lines to Industries. Now, alright, one acknowledges that the new Government is very keen on an industrial revolution but you cannot do justice** to subject so complex as agriculture by dealing it with only one sentence. In fact the recent agriculture conference convened by the new Government.....

Mr. Deputy Chairman: We adjourn the House for 20 minutes for Maghrib prayers.

(the House then adjourned for ... prayers)

[The House re-assembled after interval with Mr. Deputy Chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair].

جناب ڈپٹی چیئرمین: جاوید جبار صاحب فرمائیے۔

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, thank you for giving me the opportunity to resume my speech. I would have liked Senator Akhunzada Behrawar Saeed in particular to be present, since I have prepared this speech specially for him.

Mr. Deputy Chairman: I think, he (Mr. Akhunzada Behrawar Saeed) will come.

جناب جاوید جبار: تو میں عرض کر رہا تھا چیئرمین صاحب میرے پڑوس سے گذارش آئی ہے بلکہ حکم آیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: پڑوس کے حکم سے کوئی فرق نہیں پڑے گا پتہ نہیں پڑوسی کب چلے جاتے ہیں اور کب آجاتے ہیں۔

جناب جاوید جبار: آپ انشاء اللہ چیئرمین ہمیشہ رہیں گے اور میں عرض یہ کر رہا تھا کہ زراعت کے شعبے کو بہت ہی سرسری قسم کا ریفرنس دیا گیا ہے جب کہ آپ دیکھیں کہ پاکستان

[Mr. Javed Jabbar]

کی حیثیت پاکستان کے اقتصادی شعبے کے اعتبار سے ۸۸ ملین ہیکٹرز پر مشتمل ہے ہمارا ٹوٹل لینڈ ایریا جس کا صرف ۲۲ ملین ہیکٹرز کا سروے ہوا ہے اور اس ۲۲ ملین میں سے ۱۰ فیصد سے بھی کم کیا جا سکتا ہے جو قابل کاشت زیر داری علاقہ ہے اس بیس فیصد پر آج کل کی آبادی اور آنیوالی آبادی جو اتنی تیز رفتاری سے بڑھ رہی ہے مناسب غذا کے ذرائع پیدا کرتے ہیں لہذا زراعت کے شعبے کو اس طرح نظر انداز کرنا بالکل ناجائز یا بالکل ناقابل عنصر صدر کے خطاب میں موجود ہے ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے چیئرمین صاحب کہ

As much as 96% of the arable land area of Pakistan is considered to have an inadequate organic matter.

اب inadequate organic matter کی significance اس لئے ہے کیونکہ ہر قسم کی فصل کی پیداوار پر

or the soils responsiveness to any artificial stimulent whethere it is fertilizer pesticide and so on.

اس کا براہ راست اثر پڑتا ہے اس لئے صرف رسمی طور پر زراعت کا ذکر کر دینا اب کافی نہیں ہوگا یہ کہنا کہ جی گندم کی پیداوار بڑھانی ضروری ہے اور ہم بڑھائیں گے اور کپاس میں پالیسی بہتر بنائیں گے کافی نہیں بلکہ براہ راست زراعت کو ماحولیات کے ساتھ منسلک کر کے اس کو بہتر بنایا جا سکتا ہے اس وقت میں آپ کی توجہ ایک بہت اچھی رپورٹ کی طرف دلوانا چاہوں گا۔ قومی زرعی کمیشن نے ۱۹۸۷/۸۸ء میں سینیٹر سرتاج عزیز کی قیادت میں بہت مناسب اور بہترین رپورٹ شائع کی تھی جس کی امید کی جا سکتی ہے کہ موجود حکومت اس کی تجاویز کو عملی شکل دے گی۔ ایک اور وجہ بھی بہت ضروری تھی کہ زرعی اور دیہی شعبے پر زیادہ توجہ دی جاتی کیونکہ دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف انتقال آبادی کا مسئلہ بڑھ رہا ہے کیونکہ دیہی علاقوں میں underemployment یا unemployment پائی جاتی ہے صدر صاحب نے اپنے خطاب میں industrialization پر جو اتنی زیادہ توجہ دے دی ہے اس میں بھی ایک عدم توازن سا محسوس ہوتا ہے کیا آپ industries کو زیادہ تر شہروں میں لگا کر یہ چاہتے ہیں کہ دیہی علاقوں سے شہروں کی طرف انتقال آبادی مزید بڑھے اور شہر جو پہلے ہی پریشر میں آئے ہوئے ہیں ہر basic service میں ایک بحران پیدا ہو چکا ہے وہ اور بڑھے

لہٰذا ضرورت تھی کہ زرعی صنعتکاری پر مبنی پاکستان کی زرعی اور پیداواری ضروریات سے متعلق کم سے کم ایک سیکشن ہوتا کیونکہ اگر آپ غور سے دیکھیں تو صدر صاحب کے خطاب میں کئی ایسے پیراگراف موجود ہیں جو محض رسمی طور پر لکھے گئے ہیں وہ ہر صدارتی خطبے میں موجود ہوتے ہیں۔ شائد وہ اس طرح کے رسمی خطاب کا ایک ضروری حصہ ہوتے ہیں لیکن ایک نئی حکومت کی حکومت اور خاص طور پر پالیسی دستاویز میں رسمی کی بجائے substance کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اب جناب چیئرمین! میں پانچویں حصے words and deeds پر آتا ہوں جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ اس میں صدر صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ ہم ایک bi partisan approach adopt کریں گے یعنی جس میں حزب اقتدار حزب اختلاف دونوں کو اجتماعی طور پر اعتماد میں لیکر کام کو آگے بڑھائیں گے لیکن آج کیا ہو رہا ہے ساتواں ہفتہ جا رہا ہے بلکہ دسمبر کے آخری دنوں میں ہم پہنچ چکے ہیں مجھے کم از کم کوئی ایسا initiative نہیں نظر آتا جس سے ہم کہہ سکیں کہ نئی حکومت نے ایک مخلصانہ انداز میں حزب اختلاف کی طرف ایک reconciliatory initiative لیا ہو صرف کسی پریس کانفرنس میں اس کا زبانی ذکر کر دینا یا کسی تقریر میں ذکر دینا کافی نہیں ہوتا اس کا باقاعدہ ایک طریقہ کار ہوتا ہے کہ اگر بنک سے وزیراعظم اور وفاقی حکومت واقعی چاہتے ہیں کہ حزب اختلاف کے ساتھ تعاون ہو تو آپ باقاعدہ ایک دعوت نامہ حزب اختلاف کی لیڈر صاحبہ کو اور دوسرے لیڈروں کو بھیج سکتے ہیں اگر واقعی نیت یہ ہو کہ جو کچھ کہا جاتا ہے اس پر عمل بھی کرنا ہے اور پاکستان کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے regionally, domestically, bilaterally we cannot afford to loose a single day مجھے تعجب ہوتا ہے باوجود اس کے کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اجلاس ہو رہے ہیں اب تک حکومت نے کوئی ایسا bipartisan initiative لینے کی مثال پیش نہیں کی بلکہ افسوس سے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ میرے اپنے صوبے سندھ میں اس موجودہ حکومت کے رویے کا ایک تاریک پہلو نظر آ رہا ہے ہم تو چاہتے تھے کہ democracy کی بحالی پورے خلوص اور جوش و خروش سے ہو یعنی the restoration of democracy should be a genuine and full-blooded restoration

[Mr. Javed Jabbar]

لیکن ہم کیا دیکھتے ہیں کہ زبانی طور پر تو وہ ایک formal restoration ہے سارے ایوان مل رہے ہیں لیکن جب ایوان کے اراکین کو attend کرنے کا وقت آتا ہے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے حقوق میں مداخلت کی گئی اس سطح کی پریکٹس سے اگر ہم سمجھتے ہیں کہ کسی ایک سیاسی پارٹی کا زور توڑا جا سکتا ہے تو یہ ایک غلط فہمی ہے اور پاکستان کی تاریخ میں کئی ایک ایسی مثالیں ملیں گی جہاں اس غلط فہمی پر حکومت نے کام کیا کہ فلاں ایم۔ پی۔ اے کو گرفتار کر لو اور فلاں ایم۔ این۔ اے کو نظر بند کر لو تو وہاں کسی پارٹی کو بھی توڑا نہیں جا سکا اور نہ توڑا جا سکتا ہے بلکہ میں کہوں گا کہ اس طرح اس کی مقبولیت اور اس کی عظمت میں اور اضافہ کیا جاتا ہے میں اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اب بھی معزز وزیر اعلیٰ سندھ جام صادق علی صاحب سے اپیل کروں گا کہ وہ اس نئے انتظام کا ایک نامور حصہ ہوتے ہوئے genuine reconciliation کی ایک مثال قائم کریں تاکہ باوجود اس کے کہ ہمارے آپس میں اختلافات ہوں سیاسی سطح پر سندھ کے ایسے مسائل ہیں کہ جہاں پر اس طرح کی شدید persecution کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے بلکہ یہ اس حکومت کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے اور محض یہ کہہ دینا کہ قانون نافذ کر دیا جائے گا ایک غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا چیئرمین صاحب الفاظ "قانون" کہہ کر یا انصاف کہہ کر ہم قانون اور انصاف کو achieve کر لیں گے ہم جانتے ہیں کہ باوجود اتنی لفاظی کے اس ملک میں درحقیقت ہے کیا۔ حقیقت میں پاکستانی شہری اور پاکستانی سیاستدان کو آپ جب بھی چاہیں کسی بھی پولیس سٹیشن میں ایک جعلی مقدمہ میں گرفتار کر سکتے ہیں اور یہ ہوتا رہا ہے اور آج بھی ہو رہا ہے لہٰذا یہ منافقت اور صرف اپنے آپ کو خوش کرنے والی بات ہے کہ جی ہم قانون میں یقین رکھتے ہیں جب کہ جب آپ اس کی عملی شکل دیکھیں تو قانون کو اس قدر بگاڑ کر implement کیا جاتا ہے کہ it becomes mockery of justice کم از کم ان ایوانوں میں بیٹھ کر ہمیں رسمی لفاظی میں indulge نہیں ہونا چاہیئے۔ میں چاہتا تھا کہ صدر کی تقریر میں realistic acknowledgement زیادہ موجود ہوتی وہ تسلیم کرتے کہ ہمارے قانون نافذ کرنے والے نظام میں بہت شدید نقائص اب بھی موجود ہیں۔

Now, Mr. Chairman, I would like to refer your attention to the passage on Islam which is a part of the President's

Address. I fail to understand Mr. Chairman, why in a country that is so overwhelmingly Muslim, a nation founded on the very name of Islam, in which over 95% of us are Muslims, why are we so parenially insecure about our religious identity. You and I have travelled to many other Muslim countries in the world and one fails to find examples of other countries where there is such a preponderant Muslim population and yet this constant need to suspect other people's commitment to Islam or our own commitment to Islam. We were founded on Islam so we now need to get beyond just paying lip service constantly every two minutes and every five minutes and implement Islamic principles and not talk about constantly being insecure and uncertain whether we need this Bill or that Bill. The very foundation of Pakistan is Islam and our Constitution whether this Constitution or earlier Constitutions make ample provision for that expression of Islamic commitment. I think, by indulging in this verbalism about Islam we are not doing justice to the practical imperatives of Islam. Islam has always emphasized practice and deed rather than hypocratical words and it is time that we abandon verbalism in favour of practical activism in the pursuit of real Islamic principles.

In the area, Mr. Chairman, of the economy and foreign policy, most regrettably the Address by the President does not present authentic new perceptions. Every aspect of foreign policy is simply a re-statement of a continuing foreign policy. Now, I am not saying that every government should introduce revolutionary changes in the foreign policy. It is not possible to do so. Because our foreign policy in many ways has been a very stable and a positive foreign policy. But with every new government one expects some fresh interpretation of new events of unfolding the trends and in the President's Address regrettably the government has failed to present a vision of change in our relationship with other countries and this change must be built on a basis of international economic relationship . We simply cannot continue to pander to ceremonial relationship and believe that those fulfil our economic needs. Many other foreign countries use foreign policy as an active instrument to promote their economic benefits. In Pakistan unfortunately there is a large gap between the operation of the Ministry of Foreign Affairs and

[Mr. Javed Jabbar]

the Ministry of Commerce and the Ministry of Industries, there is a greater need of coordination and integration so that the Minister of Foreign Affairs really in a sense also becomes the Minister for foreign international economic relations actively engaged in constant contact with Commerce and Industry. Because if you look at the world trade scene, many of the countries with which we claim to have friendly relations have erected very unfair tariff and non-tariff barriers. The United States of Amercia imposes very very harsh non-tariff restrictions on exports from Pakistan while we continue to profess our friendship and only recently have discovered the virtues of self-reliance and in our diplomatic dealings with the countries we need to inject a much greater content of economic self-interest of Pakistan.

You will be happy to know, Mr. Chairman, that I now come to the last part of my presentation which is the challenges of the 1990s illustrated by the President's Address either directly or indirectly. The first such challenge in my humble view, Mr. Chairman, is that the need on the one hand to maintain the strength and efficiency of our Armed Forces, our brave and valiant Armed Forces who have always done great justice and service to the needs of the country and at the same time being the process of thinking of a compulsory military service system for the people of Pakistan particularly the male adult population because unless we involve the total population and mobilize them for the defence of Pakistan, we as a country cannot afford to continue with the present arrangement. I find it very upsetting to hear that we would like to increase defence allocation, we would like to impose a charge for defence taxes. The people of Pakistan are overwhelmingly poor, illiterate. They do not have basic services, drinking water, drainage, sewerage facilities, electrification, education. Of course, we are prepared to die rather than sacrifice our independence but let us take a new realistic Islamic attitude, an Islamic attitude to where our real resources allocation should go.

We must finally being a process of de-militarizing our whole ethos. We are so fond of talking in terms of arms and

weapons and conquests that in the end we achieve little of that but we ultimately harm the lives of hundreds of millions of people who are now dead and gone or those who are living. To talk about demilitarization is not to suggest to weaken our defences. If you look at the example of China, in 1985 the Government of China decided to reduce its armed forces from the strength of four million by one million, a 25% cut in the strength of the Chinese Armed Forces. Even though in 1985 we could say that they still have bad relations with Vietnam on the South , with the Soviet Union they have not yet reconciled with the new Perestroika and Glasnost. The relations with the Soviet Union improved only within the last 18 months but a far sighted leadership of China recognized that they could not continue indefinitely with four million people wearing arms. So, they took a courageous decision and today, Mr. Chairman, out of 30,000 military factories producing armaments and so on, 20% of that production has been switched to the civilian industrial sector and the estimate that by the year 2000. 50% of the total output of 30,000 Chinese military factories will be producing goods for the civilian industrial development of China.

I think Pakistan has a great deal to learn as we have learned from the Chinese so many other things, let us take this is as example and see how we can introduce a more realistic allocations to the defence sector without in any way weakening our national defences. Mr. Chairman, the second challenge, I believe, is this new re-affirmation of self-reliance. . I believe, it is necessary to be a bit relalistic about this call for self-reliance.. We are living in a world of inter-dependence. No country in the world, however, advanced, is truly self-reliant. So, the word itself is extremely misleading. The world's most advanced country, the United States of America is directly dependent on investments from Japan. It is directly dependent on good financial investments from Europe. It imports very large quantity of goods and services. So, to just say that the developing country like Pakistan should immediately achieve the self-reliance is totally unrealistic. The word, the terminology reflects policy and we should reformulate it and recognize that Pakistan will always remain dependent to a certain essential degree on international relationships particularly when

[Mr. Javed Jabbar]

overseas, there has been produced this vast amount of knowledge and technology, which sometimes can only come if you enter into the bilateral or multi-bilateral arrangements with these overseas countries and, therefore, the rhetoric of self-reliance should not distort our need to engage in a balanced relationship of mutual dependence between Pakistan and overseas countries.

The third challenge, Mr. Chairman, is that the President's Address I think does not recognize the need to reorganize the structure and the system of the Federal Government. The structure and the system of the Federal Government, Mr. Chairman, is beset with so many overlaping responsibilities, conflicting lines of command and confusion. One beautiful little example is the placement of the Pakistan Computer Bureau under the Cabinet Division because the Computer Bureau was supposed to computerize government records. The whole subject of computer development in Pakistan has never received the attention it deserves from the Ministry of Science & Technology. That is just one example. In the Science & Technology and higher education sector you find number of anomalies and contradictions. You find the provincial governments also running universities, you find the federal government funding them through the Universities Grants Commission and you find at every Ministry and level of government a great deal of irrationality. You also find that the Prime Minister has to keep signing and approving permissions to travel overseas by officials in Grade 20 or 21. Now, the time of the chief executive of this country should be devoted to basic essential issues and yet people posted in some institutes, working in Karachi or Quetta, have to wait for a file to be processed through the Cabinet Division and the Prime Minister has to personally approve the overseas travel. Now, these anomalies and irrationalities intrude upon indeficient conduct of government and the Prime Minister is required to preside over far too many meetings. So, therefore, I hope that this Government looks at the need to give adequate time and opportunity to the leadership to devote itself to basic and essential issues.

The 4th challenge, Mr. Chairman, I believe, is not the need for new legislation. The Pakistan Peoples Party's Government was frequently and perhaps in some cases justifiably accused of not bringing enough legislation into Parliament.

But, Mr. Chairman, if you look at the large volume of laws that we have in this country and you look at the quality of implementation, I believe that the challenge facing this government is not the crisis of legislation but a crisis of implementation. Out of every 10 laws that we have not one, not one, is implemented in letter and spirit in the way it should be, whether it is in the income tax field, the excise field, the ordinary law and order field of police, the smuggling field, education. You name every sector of activity we have laws in that sector and we have absolutely shoddy implementation. On behalf of this mighty opposition in the Senate I would like to assure the Government that one would not be concerned at all if they do not introduce new Bills for the next few months. Let them just concentrate on finding that magic formula of how to improve implementation and make the law really mean the might of the law and the impartiality of the law.

The fiftn cnallenge, Mr. Chairman, I believe is the decentralization of power from Islamabad to the four Provinces. There is a reference in the President's Address to this decentralization but I would respectfully caution that true decentralization is not from one bureaucracy in Islamabad to four bureaucracies in the four provincial capitals. The real power must go to the Taluka level, to the Union Council level, otherwise we are simply imposing on the poor people of Pakistan a new substitute for the federal authority of Islamabad. Decentralization must mean that the provincial government should, of course, retain their authority but any new powers must be assigned to the lowest possible or the highest in a one sense because the people are the highest, the highest level of people's participation. Because in doing so we must guard against the local feudal landlord or the local big man taking over that power. We also have to find the way to ensure that when power is delegated from Islamabad beyond Peshawar to Kohat that it does not go to the lord of Kohat, that it goes to the people of Kohat. A true decentralization, yes, it may not be possible immediately but that must be the conceptual approach rather than strengthening a bureaucracy and a system that is already deficient.

Lastly, Mr. Chairman, I believe that the President's Address highlights the need to foster a new sense of unity

amongst political parties about the challenges of developments. There is no scope for disagreement on basic issues between political parties. There is so much that there is in common that we should build a new consensus and in this respect one wishes this new Government's success and we pledge that as the opposition we shall try to assist in a constructive and creative spirit. Thank you Mr. Chairman for your patience.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Qazi Hussain Ahmed Sahib.

قاضی حسین احمد۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب ڈپٹی چیئرمین، صدر کی تقریر پر غور کا موقع پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے لئے وہ موقع ہوتا ہے جس میں پوری قومی زندگی کو درپیش مسائل کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح کہ صدر کی تقریر کا [illegible] پوری قومی زندگی کے تمام مسائل پر محیط ہے اسی طرح سے اس پر تبصرہ کرتے وقت بھی یہ پابندی نہیں لگائی جا سکتی اور یہ پابندی ظاہر ہے مناسب نہیں ہوگی کہ قومی مسائل پر بحث کے فیلڈ کو محدود کر دیا جائے۔ صدر صاحب کے منتخب ہونے کے بعد پارلیمنٹ کے مشترکہ ہاؤس میں یہ ان کی تیسری تقریر تھی انہوں نے پہلی تقریر اس وقت کی جب پیپلز پارٹی کی حکومت ابھی نئی قائم ہوئی تھی صدر صاحب نے قومی مقاصد کی نشاندہی کی اور اس راستے کی بھی نشاندہی کی جو ان کے خیال میں مناسب راستہ تھا اگرچہ اس پر میرے ساتھی جناب جاوید جبار صاحب نے حرف زنی کی ہے کہ کیا صدر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ حکومت کے سامنے کسی راستے کی نشاندہی کریں یا وہ اس کے پابند ہیں کہ جو حکومت کی پالیسی ہے اسے حکومت کی پالیسی کے مطابق وہ بیان کریں۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے ہاں صدر اور وزیر اعظم میں اختیارات کی جو تقسیم ہو گئی ہے اس کی وجہ سے صدر نے یہ liberty لی اور یہ assume کر لیا کہ ان کو ہمارے موجودہ سسٹم میں یہ حیثیت حاصل ہے کہ وہ راہنمائی کریں اور نشاندہی کریں اور جو وزیر اعظم کی prepared speech ہوتی ہے اس کو انہوں نے پڑھنا ضروری نہیں سمجھا۔

دوسری تقریر جو انہوں نے کی اس میں پیپلز پارٹی کی حکومت کے پورے ایک سال پر تبصرہ تھا اور وہ حقیقت میں پیپلز پارٹی کی حکومت کی سرزنش تھی۔ اس میں انہوں نے بہت ساری غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔

صدر صاحب کی دوسری تقریر میں مستقل ہارس ٹریڈنگ کی اصلاح ہماری قومی زندگی میں رائج ہونے کا سبب یہ ہوئی کہ اس وقت کچھ ممبر جو حزب مخالف کی بنچوں میں جمع کئے گئے تھے اور کچھ ممبر صاحبان سوات میں بیٹھے ہوئے تھے ساری دنیا یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ صدر صاحب نے اس واقعہ کا ذکر ہارس ٹریڈنگ کی اصطلاح سے کیا۔ اسی طرح سے پیپلز پارٹی کی حکومت سے خزانہ کے غلط استعمال کے بارے میں بھی مواخذہ کیا گیا اور ان کی غلطیوں کی بھی نشاندہی کی گئی۔ پیپلز پارٹی نے ان کی اس تقریر سے اشارہ نہیں لیا اور وہ اپنی غلط روش پر قائم رہی جس کے نتیجے میں قومی خزانہ لٹتا رہا اور قومی زندگی کے اندر انتشار بڑھتا رہا جس کی وجہ سے صدر صاحب کو یہ اقدام لینا پڑا۔ یہ کہنا کہ جس حکومت کو چارج شیٹ کیا گیا تھا اسی کو نگران حکومت بنا دیا جاتا یہ قرین انصاف نہیں تھا کیونکہ یہ فیصلہ اس وقت کی حکومت نے خود نہیں کیا تھا اگر وہ یہ فیصلہ خود کرتی اور خود اسمبلی dissolve کرانے کی استدعا کرتی تو وہ کیئر ٹیکر حکومت بنا سکتی تھی اور الیکشن کروا سکتی تھی اسمبلی کو توڑنے کا فیصلہ تو صدر صاحب نے اس حکومت کی ان غلطیوں کی وجہ سے کیا تھا جن کا ارتکاب پیپلز پارٹی نے کیا تھا اس لیئے صدر صاحب کے لیئے یہ مناسب بھی نہیں تھا۔ کہ اسی حکومت کو کہتے کہ وہ کیئر ٹیکر حکومت کی صورت میں continue کرے۔ انہوں نے جس کو مناسب سمجھا کیئر ٹیکر حکومت کے اختیارات دیئے۔ اس پر ہمیں بھی اعتراض تھا بہر حال ان کا یہ اپنا اختیار تھا، اور انہوں نے اپنے اس اختیار کو استعمال کیا۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے اس اختیار کو استعمال کرنے میں کچھ غلطیاں کی ہوں لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ کیئر ٹیکر گورنمنٹ کو انتخابات کے دوران دوسروں پر ایک edge حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کو زیادہ projection ملتی ہے تو یہ بات پیپلز پارٹی کی حکومت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ انہوں نے تو ٹی وی ریڈیو کو بالکل اپنے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس لیئے اگر یہ کسی اور کے لئے نامناسب ہے تو ان کے لیئے بھی مناسب نہیں تھا کہ وہ اس میڈیا کو یا قومی اداروں کو اپنی پبلسٹی کے لیئے وقف کرے پیپلز پارٹی خود بھی اس اقدام کی مرتکب ہو چکی تھی۔

صدر صاحب نے جو بنیادی بات اپنی تقریر میں کہی ہے وہ یہ کہ حاکمیت عوام کی ہے اور

اللہ تعالیٰ کے بعد عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے لئے خود حکومت منتخب کریں، اپنی مرضی کی حکومت منتخب کریں۔ جس حکومت کا یہ خیال ہے کہ وہ پانچ سال کے لئے منتخب ہو گئی ہے اور یہ سمجھ لے کہ مفلوک الحال اور غریب عوام کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیئے، اس تجربہ کے بعد یہ غلط فہمی رفع ہو جانی چاہیئے ۔ چاہے عوام جتنے بھی پسے ہوئے ہیں، جتنے بھی مفلوک الحال ہیں، اور جتنے بھی کمزور ہیں، ان کی اجتماعی قوت بڑی مضبوط ہوتی ہے اور ان کا ہاتھ کسی بھی جابر سے جابر حکمران کے گریبان تک پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے اس طاقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ وہ ایک حکومت کو منتخب کرنے کے بعد اسے اتارنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ بات آنے والی حکومت کے لئے ایک درس عبرت بھی ہے۔ صدر صاحب نے اس بات کا اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے کہ جو بھی حکومت منتخب ہوتی ہے، وہ یہ سمجھ لے کہ عوام اپنے حاکم نہیں، بلکہ خادم چنتے ہیں، خادم منتخب کرتے ہیں۔ اور اگر وہ خدمت میں کوتاہی کریں گے تو عوام پھر ان کو حکومت سے اتار بھی سکتے ہیں۔ اور ان کو اتارنے کا حق بھی حاصل ہے۔ یہ تمام ادوار کے حکمرانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عوام نے ان کو ووٹ دے کر ہر طرح کا اختیار نہیں دیا کہ وہ جس طرح چاہیں، حکومت کریں، جس طرح سے ان کی مرضی ہو، جس طرح سے ان کی خواہش نفس ہو، جس طرح چاہیں قوم کی امانتوں کو استعمال کریں بلکہ عوام ان کے اوپر نظر رکھنے کا حق رکھتے ہیں وہ اپنے اس حق سے بے دخل نہیں ہوئے وہ ہر مرحلے پر یہ حق رکھتے ہیں کہ ہر وقت ان سے پوچھ سکیں کہ ان کی امانتیں کس طریقے سے استعمال ہو رہی ہیں۔ نئی حکومت کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

نئی حکومت ایک مینڈیٹ لے کر آئی ہے جو اس منشور کی بنیاد پر ملا ہے جسے انہوں نے عوام میں پیش کیا تھا اور اس منشور پر عمل درآمد کے وہ پابند ہیں، اس منشور کو عوام کے سامنے رکھنے کے بعد، اس سے بے نیازی اور بے اعتنائی برتنا، یہ اس مینڈیٹ کے خلاف ہو گا جو لوگوں نے ان کو دیا ہے۔ اس منشور کی سب سے اہم بات یہی تھی کہ اس ملک میں اسلامی شریعت کو بالادستی حاصل ہو گی۔ اس ملک میں اس وقت اسلامی شریعت کو بالادستی حاصل نہیں ہے، جب لوگ کہتے ہیں کہ یہ ملک اسلام کی بنیاد پر بنا تھا۔

میرے بھائی جاوید جبار صاحب ناراض نہ ہوں، انہوں نے صحیح کہا ہے کہ اس ملک کی پچانوے فیصد آبادی مسلمان ہے اور ان کی یہ بات بھی صحیح ہے کہ ۴۳ سالوں میں عوام صرف lip service دی گئی ہے اور عملی کام نہیں کیا گیا ہے۔ اس وقت ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں وہ عملاً اسلامی معاشرہ نہیں ہے۔ عوام اس معاشرے کو اسلامی معاشرہ دیکھنا چاہتے ہیں، اس ملک کے حکمرانوں کو عوام اسلامی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں، ان حکمرانوں کو وہ ان حدود کا پابند دیکھنا چاہتے ہیں جن کا ایک مسلمان حکمران کو پابند ہونا چاہیئے ان کے سامنے اس کی بالکل واضح ایک تصویر ہے ان کے سامنے ایک اسلامی معاشرے اور ایک مسلمان کی بالکل ایک واضح تصویر ہے کوئی بے شک ہزار دفعہ lip service دے، ہزار دفعہ خوبصورت باتیں کرے، لیکن جب تک عوام نے اپنی آنکھوں سے وہ تصویر نہ دیکھی جس کا وہ تصور رکھتے ہیں، وہ زبانی باتوں پر قطعاً یقین نہیں کریں گے۔

اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ایک اور شریعت بل اس سلسلے میں پاس کریں۔ میں مانتا ہوں کہ اس وقت ہمارا جو دستور ہے، اس میں بہت ساری اسلامی دفعات موجود ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے بارے میں ایک باب موجود ہے اور اگر اس پر صدق دل سے عمل کرنے کی کوشش کی جاتی تو لوگ یہ تقاضا نہ کرتے کہ اس سلسلے میں کوئی نئی قانون سازی کی جائے نئے سرے سے یہ مطالبہ لوگ نہ اٹھاتے دستور کے اندر مندرج احکامات پر جب تک عمل نہیں ہوگا ان کی تشفی نہیں ہوگی۔ جب ان احکامات کے باوجود معاشرے میں کوئی تبدیلی آتی نظر نہیں آتی تو وہ نئے طریقے سوچتے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ دستور کی ان دفعات کو قانونی جامہ پہنا دیا جائے تو اس کے بعد کوئی مثبت نتیجہ ہمارے سامنے آجائے اور اسلامی نظام کی جو تصویر ہمارے سامنے ہے، اس کی ایک جھلک دیکھ لیں گے۔

جناب چیئرمین! میں یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ شریعت بل وہ شریعت بل نہیں ہے جس کے نتیجے میں یہ ممکن تھا کہ ہمارا قانونی سسٹم پورے اسلامی تقاضوں سے

[Qazi Hussain Ahmed]

ہم آہنگ ہو جائے، موجودہ قانونی سسٹم ناکام ہو چکا ہے جس کی ناکامی کے سے تمام قانونی ماہرین اور دانشور حضرات بھی شہادت دیتے ہیں۔ میں ملک کی مختلف بار ایسوسی ایشنز میں گیا ہوں اور میں نے وہاں وکلاء کے سامنے، قانون دانوں کے سامنے، ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جس پر میرے ساتھ ان لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ ان عدالتوں اور ان کچہریوں میں لوگوں کو انصاف نہیں ملتا ہے۔ یہاں پر انصاف خریدا جاتا ہے اور خریدنے کی طاقت تو زور آور اور ظالم کے پاس ہوتی ہے مظلوم کے پاس نہیں ہوتی۔ یہاں پر مظلوم دھکے کھاتا ہے اور مظلوم ان عدالتوں میں جانے سے خوفزدہ ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ یہ نظام تبدیل ہو مگر شریعت بل کی جان تو پہلے ہی نکال دی گئی ہے اس میں چند ضمنی فوائد حاصل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ مگر اس کو بھی بالکل ختم کرنے کی سعی کی جا رہی ہے تاکہ یہ بے کار سی چیز صرف نام کی رہ جائے۔ اور اس کے لیئے کمیٹیاں قائم کر کے مختلف قسم کے تاخیری حربے استعمال کیئے جا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ شریعت بل تمام لوگوں کے درمیان متفقہ بن چکا ہے یہاں پر بہت بڑا یہ argument دیا جاتا ہے کہ اہل تشیع اور اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے لیکن میر نیزار خان بجارانی نے جو ترامیم پیش کی تھیں جبکہ یہ اثناء عشری انجمن کے نائب صدر بھی ہیں۔ ان سے ہماری گفتگو ہوئی۔ ہماری ٹیم نے ان سے بات کی اور متفقہ طور پر انہوں نے ترامیم پیش کیں یہاں پر ہمارے نوابزادہ محمد علی خان، پروفیسر خورشید احمد سمیت دیگر حضرات سے باتیں ہوئیں اور ترامیم پیش کیں اس کے بعد پھر کیا رہ گیا ہے۔ میں نے اہل تشیع کے علماء کے ساتھ بات کی ہے اور میں نے بل ان کے سامنے رکھا اور کہا کہ بتائیں کہ اس میں کونسی اختلافی چیز ہے۔ مگر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ صرف پروپیگنڈے اور تاخیری ہتھکنڈوں سے کام لینا ایک الگ بات ہے لیکن اس میں تو کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں کہ اس پر کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے کسی آدمی یا گروہ کو کوئی اعتراض ہو۔

صدر صاحب نے بھی اپنی تقریر میں کہا ہے کہ اسلام کے نفاذ کیلئے اتنا واضح مینڈیٹ اس سے پہلے کسی حکومت کو نہیں ملا تھا جو اس حکومت کو ملا ہے۔ اسلیئے نفاذ اسلام کو

شریعت بل تک ہی محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو بھی عملی جامہ پہنایا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے خود سینیٹ نے ایک کمیٹی قائم کی تھی جس کی پہلی رپورٹ بھی ایوان کے سامنے آچکی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسلامی رنگ میں رنگ سکتے ہیں۔ یہاں کے ذرائع ابلاغ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن قوم کی تعلیم کا بہت بڑا ذریعہ بن سکتے ہیں اور جنہیں قوم کو گمراہ کرنے کیلئے استعمال کیا جارہا ہے اس کی اصلاح کے لیئے اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارشات پیش کی ہیں۔ وزیر تعلیم بیٹھے ہیں۔ تعلیم کے شعبے کی اصلاح کے لیئے انہوں نے کچھ بنیادی سفارشات پیش کی ہیں اسی طریقے سے عدلیہ، انتظامیہ، معاشرتی ڈھانچے کو درست کرنے کے لیئے سفارشات پیش کی ہیں۔ یہ ایک دستوری ادارہ ہے پرائیویٹ ادارہ نہیں ہے۔ اس کی سفارشات پر غور کرنا عملدرآمد کرانا اگر ہمارا قانونی نہیں تو اخلاقی فرض ضرور بنتا ہے۔ ممبران پارلیمنٹ کا بھی اخلاقی فرض بنتا ہے کہ وہ ان سفارشات پر عملدرآمد کرانے کی کوشش کریں اگر ایسا ہو جائے تو اس سے معاشرے میں بہت بڑی تبدیلی آسکتی ہے۔

جناب چیئرمین! صدر پاکستان نے قومی تشخص، ثقافت اور تہذیب کی بات کی ہے یہ اسی وقت محفوظ رہ سکتا ہے جب اس ملک کو اس کے بنیادی نظریے کے مطابق از سر نو ارگنائز کیا جائے۔ ذرائع ابلاغ اور نظام تعلیم، یہ دو بنیادی چیزیں ہیں۔ جن سے اس مقصد کے حصول میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ جناب چیئرمین! ملک میں جو بڑے بڑے مسائل ہیں اور جن کا صدر صاحب نے بھی ذکر کیا ہے ان میں اہم ترین مسئلہ امن و امان کا مسئلہ ہے۔ ملک کی امن و امان کی صورت حال بہت خراب ہے۔ پورے ملک میں دن دیہاڑے اغواء، قتل، چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں ہو رہی ہیں شہریوں کی جان و مال، عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک میں جو بھی حکمران ہوتا ہے اس کا بنیادی فرض یہی ہوتا ہے کہ وہ شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ ہمارے پولیس والوں سے اگر ایک ممبر آف پارلیمنٹ کا گھر محفوظ نہیں ہے اور وہ وہاں دھڑلے سے داخل ہو سکتے ہیں تو آپ دیکھ لیجیئے کہ خرابی کہاں کہاں اور کس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔

[Qazi Hussain Ahmed]

جناب چیئرمین! میں یہ بہت ہی اہم جگہ پر کھڑے ہو کر بیان کرتا ہوں اس ملک میں جتنے بھی جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کو پولیس اور انتظامیہ کی سرپرستی حاصل ہے جرم نہیں ہو سکتا جب تک ان کی سرپرستی حاصل نہ ہو جس طرح ہر کاروبار کے لیئے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جرائم پیشہ آدمی کی بھی یہ بنیادی ضرورت ہے اس کے لیئے وہ پولیس سے گٹھ جوڑ کر لیتے ہیں۔ ملک میں کوئی بھی جوئے کا اڈا بغیر پولیس اور انتظامیہ کو ناجائز حصّہ ادا کیئے نہیں چل سکتا آپ کوئی بھی قحبہ گری کا اڈا ایسا نہیں پا سکتے جس کے گاہکوں میں انتظامیہ اور پولیس والے شامل نہ ہوں ایسا کام کرنے والے پولیس کو حصّہ بھی دیتے ہیں اور اس بات پر فخر بھی کرتے ہیں کہ ہمارے اتنے تعلقات ہیں۔ کوئی بھی ایسا منظم گروہ نہیں پایا جاتا جس کا پولیس سے تعلق نہ ہو۔ میں آج ہی کراچی سے آرہا ہوں۔ سندھ کے لوگ مجھے ملتے رہتے ہیں اور جو لوگ اس بدامنی کا شکار ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ڈاکوؤں نے دریائے سندھ میں بڑی بڑی کشتیاں بنائی ہوئی ہیں اور وہ ان جہاز نما کشتیوں میں رہتے ہیں علاقے کے وڈیروں پولیس افسروں اور انتظامیہ کے ساتھ بھی ان کا تعلق ہوتا ہے۔ اور یہ لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ انتظامیہ کے لوگ ان ڈاکوؤں کے ہاں جا کر دعوتیں اڑاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب اُن کے درمیان اختلاف پیدا ہوتا ہے تو پھر وہی پولیس والے ان کے ہاتھوں قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جناب چیئرمین! یہ حقیقت تمام انتظامیہ پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان کے ساتھ انتظامیہ اور پولیس سے گٹھ جوڑ ہوتا ہے اور ان کی سرپرستی اور تحفظ میں سب کچھ ہوتا ہے اگر علاقے کے یہ بااثر لوگ ان سے تعاون نہ کریں تو بھی منظم مجرم یہاں پر زندہ کبھی نہیں رہ سکتے مجرم ہو گا تھوڑا بہت لیکن منظم جرم protection چاہتا ہے جب کہ منظم دعوا کرنے والوں راہزنوں اور ڈاکے ڈالنے والوں کو حاصل ہے۔

جناب والا! قومی زندگی کا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم جب بہت ہی اہم مجلس میں بیٹھتے ہیں جس میں ملک کے چوٹی کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں صدر اور وزیراعظم کی موجودگی میں اس طرح کی باتوں کا اقرار بھی ہوتا ہے اور مایوسی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے تو پھر کوئی remedy کے لیئے کہاں جائے؟ جب آپ انتہائی ذمہ داری کی جگہ پر بیٹھ کر مایوسی کی بات کریں جہاں

یہ ارادہ نظر نہ آئے کہ ان مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً میں ایک بہت ہی ذمہ دار لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ موجودہ ریلوے کا تو کوئی کل پرزہ سالم نہیں بچا۔ لوگ سکریپ کے لیئے اس کے انجن کے پرزے نکال لیتے ہیں اور گندم کو کراچی سے ٹرانسپورٹ کرنے کے لیئے روڈ کو استعمال کرنا پڑ رہا ہے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کس طرح ٹھیک کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ یونین بہت زیادہ پاور فل ہے کوئی کہتا ہے کہ رشوت عام ہے لیکن اگر ذمہ داران قوم اس کو اپنے لیئے ایک چیلنج سمجھ لیں کہ اتنی بڑی خرابی کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں گے تو حل مل جائے گا۔ میں کہتا ہوں جناب چیئرمین! کہ یہ اگر اخلاقی انحطاط ہے تو آپ اس کی فکر کریں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی اپنی جگہ بہت ضروری ہے۔ مادی ترقی کے لیئے کارخانے بنانا بہت زیادہ ضروری ہیں۔ لیکن انسان کو انسان بنانا سب سے زیادہ اہم کام ہے ایک انسان کو دوسرے انسانوں کے لیئے ممد و معاون بنانا اس کی ایسی تعلیم و تربیت کرنا کہ وہ لوگوں کیلئے بچھو اور سانپ نہ بنے بلکہ ان کا مددگار اور غم خوار بنے۔ ہمارے ذرائع ابلاغ اس طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ ہمارے ٹی وی پر کیا دکھایا جاتا ہے یہ جو انگریزی فلمیں ہمیں دکھائی جاتی ہیں ان فلموں میں کیا سبق دیا جاتا ہے۔ یہی کہ چوری کس طرح کریں ڈاکہ کس طرح ڈالیں اور کسی دوسرے کی عزت کیسے لوٹیں، کس طریقے سے بے حیائی کا سبق دیا جاتا ہے بتدریج اس سے کیسے انسانوں کی نسل بنے گی۔ یہ تمام چیزیں ہمارے بچوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

ہمارے اخلاق اور ہماری اقدار ہمارے عقائد سے جنم لیتی ہیں۔ ہمارا تو یہ بنیادی عقیدہ ہے۔ بغیر اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر آخرت کی فکر کیے، ہم کسی کو خصوصاً ایک مسلمان کو کسی اخلاقی ضابطے کا پابند نہیں بنا سکتے۔ ٹھیک ہے یورپ والوں نے اپنے لیئے کوئی اخلاقی ضابطہ بنایا ہوگا وہ اس کی پابندی بھی کرتے ہوں گے۔ امریکہ والوں نے کوئی دوسرا اخلاقی ضابطہ بنایا ہوگا ہو سکتا ہے صدیوں میں انہوں نے سیکھا ہو کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اگرچہ وہ بھی ناکام ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بھی ساری دنیا میں ظلم و ستم کو ہی عام کیا ہے۔ ان کے اندر بھی وہ انسانیت اور شرافت نہیں آئی جو کہ مطلوب ہے۔ ہمارا تو یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ خوف خدا، تقویٰ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ

بندے کا تعلق، اور اپنے آپ کو اس کے حضور سمجھنا اور آخرت کی فکر کرنا کہ مجھے اس دنیا کے بارے میں اپنے رب کے سامنے جوابدہی کرنی پڑے گی اور یہ کہ یہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے۔ یہی وہ بات ہے جس پر ایک مسلمان عقیدہ رکھتا ہے ایمان رکھتا ہے۔ اب بھی الحمد للہ ایسے ایمان والے ہیں۔ دنیا کی تمام قوموں میں یہی مسلمان قوم ہے جو اب بھی روز آخرت پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔ مسلمان کا ایمان کوئی نہیں چھین سکتا ہے۔ اس کی آبیاری کی ضرورت ہے۔ اسے ابھارنے کی ضرورت ہے۔ اس کی پرورش کی ضرورت ہے اور اس کا ذریعہ تعلیم گاہیں ہیں۔ اس کا ذریعہ پرائمری سکولز ہیں۔ اس کا ذریعہ ہمارے کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں اور اس کا ذریعہ ہمارا ریڈیو اور ہمارا ٹیلی ویژن اور ہمارے اخبارات ہیں۔ ان کو اس کا پابند بنایا جائے اور ان کو اس بات کی اجازت نہیں دی جانی چاہیئے کہ وہ ہماری اپنی شخصیت میں تضاد پیدا کریں۔ صبح قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے درس سے اس میڈیا کا پروگرام شروع ہوتا ہے لیکن سارا دن غیر اسلامی کام، متضاد چیزیں لوگوں کے ذہن میں ٹھونسی جاتی ہیں۔ ہمارے لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ ہماری منزل کون سی ہے۔ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ ہماری حکومت انہیں کیا بنانا چاہتی ہے۔ ہمارے قائدین ہمیں کیا بنانا چاہتے ہیں۔ تفریح کے نام پر ان کو غیر اسلامی چیزیں دکھانے کی بجائے آپ ان کی تفریح کے لیے مختلف اسلامی طریقے سوچ سکتے ہیں اور میڈیا اور نفسیات کے ماہرین نے اس طرح کے طریقے اور اس طرح کی تفریحیں اور اسلامی کے مشاغل کے بارے میں بتایا ہے اور سفارشات تیار کیں ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! امن و امان کے بعد ہمارے ملک کا سب سے اہم مسئلہ ایک منصفانہ نظام معیشت قائم کرنا ہے۔ ملک میں بیروزگاری ہے ملک میں غریب اور امیر کے درمیان بہت زیادہ تفاوت ہے اور ملک میں ایسے لوگ بھی بستے ہیں جن کی دولت کے لیئے یہ پاکستان کافی نہیں ہے وہ اے سوئٹزرلینڈ میں رکھتے ہیں امریکہ میں رکھتے ہیں۔ وہاں جائیدادیں خریدتے ہیں اور انہیں ہمیشہ عدم تحفظ کا احساس ہوتا ہے کہ جب تک فرانس میں ان کا کوئی بنگلہ نہیں ہوگا یا سوئٹزرلینڈ اور امریکہ میں نہیں

ہو گا اور وہاں بینک بیلنس نہیں ہو گا تو ان کی اولاد کا مستقبل محفوظ نہیں ہے۔ وہ اپنا مستقبل امریکہ اور یورپ میں محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ بھی اس ملک میں ہیں جو بیکن ہاؤسز میں پڑھتے ہیں اور وہ لوگ بھی اس ملک میں ہیں جو کہ چٹائی والے سکولوں میں بھی زمین پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور دو روپے کی ایک کتاب بھی خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ وہ لوگ بھی یہاں بستے ہیں جو مجبور ہیں کہ اپنے پانچ چھ سال کے بچے کو اونٹ کی ریس کے لیئے بہاول پور اور رحیم یار خان سے دوبئی بھیجیں۔ وہ لوگ بھی یہاں موجود ہیں جو پانچ چھ سال کے بچوں کو مزدوری کے لیئے ملک سے باہر بھیجنے کے لیئے تیار ہیں اور وہ لوگ بھی یہاں موجود ہیں جن کے لیئے یہ پوری زمین خوبصورت ملک اپنے تمام وسائل کے ساتھ کافی نہیں ہے وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنی اولاد کے لیئے کوئی غیر ملکی نظام اور وہاں سے کوئی ٹیوٹر اور وہاں سے کوئی تربیت دینے والا بلائیں۔ یہ غیر منصفانہ نظام معیشت ہے۔ ہمارے لیئے شرم کا باعث ہے۔ یہ ہمارے لیئے کوئی عزت کا باعث نہیں ہے اس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے جناب چیئرمین! کہ خود اپنی بنیاد پر یہ ساری معیشت نہیں اٹھی۔ قرض کے پیسے آجاتے ہیں یا ایڈ مل جاتی ہے اور اس کی پھر بندر بانٹ ہو جاتی ہے وہ روپے لوگوں کے درمیان تقسیم ہو جاتے ہیں پھر معاف بھی ہو جاتے ہیں۔ سود ہمیں دینا پڑتا ہے اصل زر ہمیں دینا پڑتا ہے۔ قرض کے جو پیسے آتے ہیں وہ نصف بیرون ملک ہی کسی بینک میں جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے ایک بینک نے اور وہاں کے ایک فنانشل ادارے نے یہ اعداد و شمار دیئے تھے جو شائع ہو چکے ہیں اور ہمارے پریس میں آئے ہیں کہ تیسری دنیا کو اتنے قرضے ہم نے دیئے نہیں ہیں جتنے ہمارے بینکس کے اندر وہاں کے لوگوں کے پرائیویٹ اکاؤنٹس میں پڑے ہوئے ہیں۔ یعنی تیسری دنیا جہاں قرضہ لیا جاتا ہے جہاں کے عوام محنت مزدوری کر کے اپنا خون پسینہ ایک کر کے اپنی چیزیں وہاں دیتے ہیں۔ اپنا سرمایہ سود میں دیتے ہیں ہمارے سرمایہ داروں اور ہمارے خاص مراعات یافتہ طبقوں کے لوگوں نے ذاتی اکاؤنٹس میں اس سے زیادہ پیسہ جمع کر رکھا ہے جتنا ہمیں ان سے قرضہ پہ ملتا ہے۔

جناب چیئرمین! خود انحصاری اور خود کفالت پر یہاں اعتراض ہوا ہے خود انحصاری

[Qazi Hussain Ahmed]

کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اس دنیا سے نکل کر کسی اور دنیا میں چلے جائیں اور لوگوں سے قطع تعلق کر لیں dependence and independence میں فرق ہے۔ ہمارے بھائی اس کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ مجھ سے زیادہ اچھی انگریزی جانتے ہیں۔ ہم کسی اور پر dependent ہیں کہ وہ ہمیں مجبور کرے کہ میری شرائط مانو خارجہ پالیسی میں مانو داخلہ پالیسی میں مانو ورنہ میں تمہیں قرض دینے پر پابندی عائد کرتا ہوں۔ جناب والا! ہم اس کے مخالف ہیں جناب چیئرمین! ہم اس کے مخالف ہیں کہ ورلڈ بینک والے آتے ہیں کئی ایم ایف والے آتے ہیں بین الاقوامی فنانشل ادارے آتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کھاد کی قیمت اتنی ہو گی۔ کھاد کی قیمت بڑھانی پڑے گی۔ بجلی کی قیمت بڑھانی پڑے گی۔ تمہارے لوگوں میں زیادہ ٹیکس دینے کی صلاحیت ہے تم کیوں ٹیکس عائد نہیں کرتے تمہیں قیمتیں بڑھانی پڑیں گی۔ جب ہم کہتے ہیں کہ inputs کی قیمتیں کم کرو ورنہ اگلے سال گندم نہیں ہو گی بے چارے کسانوں میں گندم کاشت کرنے کا یارا نہیں ہے گندم کاشت نہیں ہو رہی ہے۔ کھاد نایاب ہے ملی نہیں رہی ہے۔ مل رہی ہے تو لوگوں کی استطاعت سے باہر ہے۔ اسی طرح کیڑے مار ادویات ہیں۔ جب ان کی تھوڑی مقدار ڈالی جاتی ہے تو وہ فصلوں کے لیے ٹانک کی بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے اور زیادہ قیمتوں کی وجہ سے وہ زیادہ مقدار میں ڈالی نہیں جا سکتے جب ہم ان سے کہتے ہیں کہ insecticides, pesticides اور بیجوں کی قیمت اور کھاد کی قیمت کم کر دیں یہاں پیداوار بڑھے گی پیداوار بڑھے گی تو پھر آپ غیر ملکی امداد کے محتاج نہیں رہیں گے اور بالآخر اس شیطانی چکر سے ہم نکل آئیں گے ایک دو سال کے لیے اس کو کچھ سبسڈی دو تو کہتے ہیں جی کہ آئی ایم ایف والوں اور ورلڈ بینک والوں کے ساتھ ہمارا پیکج ڈیل ہوا ہے اور ہم مجبور ہیں انہوں نے ہم پر یہ شرط عائد کی ہیں اور ہم ان شرائط ماننے پر مجبور ہیں کیونکہ ان سے پیسہ ملتا ہے وہ اس لیے نہیں چاہتے کہ ہماری گندم میں خود کفالت ہو کیونکہ امریکہ اپنی گندم بیچنا چاہتا ہے امریکہ ہو یا یورپ کا کوئی بھی ملک ہو جناب چیئرمین! انہوں نے اپنے اقتصادی مفاد کے لیے جنگیں لڑی ہیں ہمیشہ انہوں نے جنگیں لڑی ہیں اور بڑی بڑی جنگوں کی تاریخ دیکھیں ان کے بنیادی اسباب میں یہی ہوتا ہے کہ ان کی اقتصادی مشکلات ہوتی ہیں یہ سمجھنا کہ وہ بہت ہی نیک نیتی

کے ساتھ اور خوش دلی کے ساتھ امداد کرتے ہیں یہ بہت نادانی ہوگی وہ تمام پلاننگ ہی اس پر بیٹے کرتے ہیں کہ ہم ان کے اوپر dependant رہیں اور وہ ہمیں اپنی مرضی کی شرائط dictate کرا سکیں اور ہم ہمیشہ ان کے محتاج رہیں اور ہماری احتیاج کبھی ختم نہ ہو میں سمجھتا ہوں یہ ایک belessing in disguise. ہو سکتی ہے ہمارے لیئے ایک نعمت ثابت ہو سکتی ہے اگر ہم واقعی یہ تہیہ کرلیں کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے تو اس احتیاج اور مجبوری کے چکر سے نکل سکتے ہیں امریکہ کو ہمیں قرضے دینے کی جتنی ضرورت ہے ہمیں لینے کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی ان کو ہماری ضرورت ہے ہمیں ان کی اتنی ضرورت نہیں ہے ہم برابری کی بنیاد پر دوستی کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم کسی کے محتاج بن کر کسی کے دست نگر بن کر دوستی نہیں کر سکتے۔

جناب والا اگر ہم غیرت اور حمیت کا راستہ اختیار کریں تو ہماری اپنی قوم کے اندر ایک جذبہ خود اعتمادی ابھرے گا۔ کل میرے ایک دوست امریکہ سے آئے تھے اور انہوں نے وہاں پاکستانیوں کا ایک مالی ادارہ بنایا ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ جب امریکہ نے ہماری امداد روک لی تو امریکہ میں مقیم پاکستانیوں میں اتنا جوش و خروش پیدا ہوا کہ انہوں نے ایک مالی ادارہ قائم کر دیا۔ بہر حال ہم نے امریکہ کو کہہ دیا کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے اپنے ایجنڈی پروگرام کو ختم نہیں کریں گے آپ کی کوئی ایسی ناجائز شرط نہیں مانیں گے اپنی sovereignty کو ختم نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے۔ جب ہم نے ان کو یہ کہا تو ہمارے جتنے بھی دوست بیرون ملک پاکستانی ہیں ان کے اندر ایک جذبہ حب الوطنی پیدا ہوا ہے اور وہاں کے سارے پاکستانیوں نے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ ہم جمع ہوتے ہیں اور باہم چندہ کر کے ۶ سو ملین ڈالر سالانہ کی امداد جو امریکہ ہمیں دیتا ہے اس کو ہم compensate کرتے ہیں اور ہم پاکستان کی حکومت کو آفر کرتے ہیں کہ قرضہ دینے کیلئے ہم تیار ہیں اس کے لیئے حکومت کو چاہیے کہ اس طرح کے لوگ وہاں بھیجے وہاں وفود بھیجے جو پاکستانی کمیونٹی سے وہاں رابطہ قائم کریں اگر ۶ سو ملین ڈالر نہیں دے سکیں گے تو سو ملین ڈالر تو دیں گے اس میں برکت ہوگی کیوں کہ وہ اخلاص کے ساتھ دی گئی مدد ہوگی اس کے

ساتھ جذبہ شامل ہوگا اس کے ساتھ صدق اور صفائی شامل ہوگی اور اس سے نتیجے میں حب الوطنی کی ایک نئی تحریک قوم کے اندر پیدا ہوگی۔

مجھے یہ خوشی ہے کہ وزیر اعظم نے بھی اس کا اعلان کیا ہے کہ پریمٹ اور پلاٹ کی سیاست کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور کسی بلیک میلنگ میں ہم نہیں آئیں گے، میں سمجھتا ہوں ممبران پارلیمنٹ کو قرارداد پاس کرنی چاہیئے کہ حکومت اگر اسی حمیت اور غیرت کے راستے پر چلے گی تو ہم اس کا ساتھ دیں گے اور کوئی ناجائز مطالبہ نہیں کریں گے کوئی ناجائز پلاٹ اور پرمٹ کی مراعات طلب نہیں کریں گے اور حکومت کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے تاکہ وہ قوم کے مسائل کو حل کرنے اور قوم کو خود کفالت کی منزل تک لے جانے میں کامیاب ہو اسی طریقے سے حکومت کی بنیادیں مستحکم ہو سکتی ہیں اور اسی طریقے سے یہاں جذبہ حب الوطنی پروان چڑھ سکتا ہے اور ہم غریب لوگوں کو پٹے ہوئے لوگوں کو مفلوک الحال لوگوں کو وہ حقوق دے سکتے ہیں جن کا صدر نے بھی اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے کہ وہ آپ سے یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں محلات دیں وہ آپ سے یہ نہیں چاہتے کہ انہیں بھی بیرون ملک اعلیٰ تعلیمی اداروں یا بیکن ہاؤس سکولوں میں تعلیم دلوائیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی جو کٹیا ہے ان کا جو چھوٹا سا گھروندہ ہے اس کے اندر بھی کوئی علم کی شمع روشن ہو اس کے اندر بھی خوشیاں لوٹ آئیں ہمیں بھی دو وقت کا کھانا میسر ہو اور وہ بھی اپنے بچوں کا علاج کرا سکیں اور ان کی تعلیم پر کچھ خرچ کر سکیں۔

جناب والا! اس بات کی ضرورت ہے کہ قومی تعمیر نو کا ایک ادارہ بنایا جائے جو قوم کو اس کی صحیح نظریاتی سمت میں آگے بڑھائے اور ذرائع ابلاغ اور نظام تعلیم کو اس قومی تعمیر نو کے ادارے کی سفارشات کے مطابق ایک نئی نظریاتی سمت عطا کی جائے جناب والا! اسی طرح صدر صاحب نے صوبائی خود مختاری کا ذکر کیا ہے اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں صوبائی خود مختاری کا جو quantum دیا گیا ہے اس کا ابھی تک احترام نہیں کیا گیا۔ اس کے مطابق صوبوں کو ان کے حقوق اور ان کے اختیارات دینے چاہئیں۔

جناب والا! میں خارجہ پالیسی پر آنے سے پہلے چند چیزوں کی وضاحت کرتا ہوں جن کا ذکر

میرے بھائی اور رفیق کار جناب جاوید جبار صاحب نے اشارہ کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کے ووٹوں میں ۵.۶ فیصد کا فرق تھا لیکن ممبروں کی تعداد میں بڑا فرق آیا ہے میں ان کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں کہ آئی جے آئی کو ایم کیو ایم اور اے این پی کے ساتھ اشتراک کی وجہ سے جو ووٹ ملے ہیں وہ یہاں پر آئی جے آئی کے ووٹوں کے ساتھ شامل نہیں ہیں۔ اسی طرح آئی جے آئی کو جو یہ لینڈ سلائیڈ وکٹری ملی ہے اس کی بہت بڑی وجہ پنجاب ہے پنجاب میں بہت بڑا فرق پڑا ہے۔ پنجاب میں پیپلز پارٹی کی نسبت آئی جے آئی کے ووٹ دس فیصد زیادہ ہیں اس لیئے ان کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیئے ووٹوں میں اتنا کم فرق نہیں ہے بلکہ ووٹوں میں بہت بڑا فرق ہے اسی طرح خواتین کی نمائندگی کے بارے میں انہوں نے بات کی ہے میں خواتین کی نمائندگی کا اور خواتین کے اسمبلی کا رکن بننے کا مخالف نہیں ہوں میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ ہم خواتین کی نمائندگی نہیں کرتے۔ میں ایک خاتون کا بیٹا ہوں میں ایک خاتون سے پیدا ہوا ہوں۔ میں کیسے خواتین نمائندہ نہیں ہوں ہم آپس میں ایسے ملے جلے ہیں کہ ہمیں الگ الگ تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ یورپ کا مسئلہ نظریہ ہے کہ خواتین اور مرد الگ الگ طبقے ہیں قرآن کی آیت ہے انا خلقنا من نفس واحدۃ۔ ہم نے ایک نفس سے تم کو پیدا کیا ہے ہم ایک دوسرے سے ہیں ہم شیر و شکر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو انس اور جو محبت عورت اور مرد میں پیدا کی ہے وہ خاتون اور خاتون میں بھی نہیں ہے وہ مرد اور مرد میں بھی نہیں ایک دوسرے کی طرف کھینچنے والی اور ایک دوسرے کی طرف کشش رکھنے والی محبت، یہ خواتین اور مردوں کے درمیان ہی محبت کا ایک رشتہ ہے یہ لازوال رشتہ ہے اس رشتے کو کمزور کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ۵۲ فیصد خواتین کی نمائندگی کے لیئے یہاں کوئی نہیں ہے ہم ۵۲ فیصدی خواتین کی نمائندگی کا حق رکھتے ہیں اور اقبال جو ہمارے قومی فلسفی شاعر ہیں انہوں نے کہا ہے کہ

لفسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد

اقبال ہمارا قومی فلسفی ہے وہ کوئی ملا نہیں ہے اقبال نے اس کے بارے میں بھی کہا ہے جس کے بارے میں انہوں نے بڑی تفصیل سے خاندانی منصوبہ بندی کی بات کی ہے، میں

خواتین کی نمائندگی، ان کی ممبر شپ کا مخالف نہیں ہوں لیکن جو خواتین مجھ مردوں کا ووٹ لے کر کہتی ہیں ہم خواتین کی نمائندہ ہیں قومی اسمبلی کے ممبران کو ووٹ دیتے ہیں خواتین کی پسند ناپسند کو وہ نہیں دیکھتے وہ اپنی پسند و ناپسند کو دیکھتے ہیں اس لیئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہاں پر خواتین کی نمائندگی نہیں ہے اور دنیا بھر میں کوئی ایک پارلیمنٹ آپ بتادیں امریکی کانگرس میں کتنی خواتین ہیں وہاں کی سینٹ میں کتنی خواتین ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ میں جہاں وزیر اعظم خاتون تھی وہاں پر کتنی خواتین پارلیمنٹ کی ممبر ہیں آپ دنیا میں کوئی بھی ایسی پارلیمنٹ نہیں بتا سکتے جہاں پر دس فیصدی خواتین indirectly elect ہو کر میجارٹی کی میجارٹی کو مزید بڑھادیں۔ کبھی بھی کہیں نہیں ہوا ہے ایک انوکھا تجربہ ہے جو ہمارے ہاں ہو رہا ہے اور اس کو دس سال کا پیریڈ دیا گیا تھا دوبارہ اس کی ضرورت نہیں ہے جناب چیئرمین! میں اسی لیئے کہتا ہوں کہ خواتین کے لیئے کوئی ایسا طریقہ وضع کریں کہ خواتین کا electerate ہو اور ان کی کوئی نمائندگی ہو۔ موجودہ طریقہ کار ہماری سمجھ میں نہیں آتا اگر خواتین خود ۵۰ فیصد ہیں تو وہ مردوں کو ووٹ دیتی ہیں اور ان کو ایلیکٹ کرتی ہیں تو ظاہر ہے ان کا ہمارے اوپر اعتماد ہے ان کا مردوں کے اوپر اعتماد ہے۔

جناب والا! خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں بات کی گئی ہے اگرچہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ صدر صاحب یہ omit کرتے صدر غلام اسحاق خان کی پچھلی تقریر میں بھی یہ بات تھی اور ساری تقریر میں یہی ایک disagreement کی بات تھی اس پر بہت بات ہو سکتی ہے لیکن میں بھی پاپولیشن کا ایک سٹوڈنٹ رہا ہوں پاپولیشن پرابلمز میں نے جغرافیہ میں سٹڈی کی ہیں اور جب ہم سٹوڈنٹ تھے تو اس کے بارے میں میں نے وینزویلا کے ایک پروفیسر کا thesis پڑھا تھا۔ جو اس کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا thesis تھا اور اس نے اس کو tne Maltnusian misenief کہا تھا یہ جو بنیادی تصور ہے کہ آبادی jrometrical progression سے بڑھتی ہے اور یہ جو خوراک کے وسائل ہیں arithmatic progression سے بڑھتے ہیں اس کا انہوں نے بطلان کیا تھا کہ یہ بنیادی نظریہ اور تصور بالکل ہی غلط ہے جس پر یہ ساری عمارت اٹھائی گئی ہے ہمیشہ پیداوار

کے تمام ذرائع میں revolutions آئے ہیں ایسے revolutions آئے ہیں کہ یہ insecticides اور pesticides متعارف ہوئے ہیں ان کے ساتھ ساتھ زراعت کے جدید طریقوں سے revolutions آئے ہیں اور ایسی نئی نئی زمینیں تلاش کی گئی ہیں کہ پیداوار کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ اس پروفیسر نے لکھا تھا کہ یہ جو سمندر ہے یہ سمندر خود خوراک کا بہت بڑا source ہے جو ابھی تک ٹیپ نہیں ہوا۔ اور یہ سمجھنا کہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور تین فیصدی آبادی بڑھ رہی ہے یہ انسان صرف منہ لے کر نہیں آتا اس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی پیداواری صلاحیتیں دی ہیں یہ اشرف المخلوقات ہے اور یہ انسان اپنی تمام صلاحیتوں کو امکانات کو جو اس کے اندر پوشیدہ ہیں اجاگر کرتا ہے تو یہ معجزات دکھاتا ہے اور محیر العقول کارنامے سرانجام دیتا ہے اپنے لیے نئی دنیا اور نئی جگہیں پیدا کرتا ہے اس لیے یہ کہنا کہ انسان بڑھ رہے ہیں میں نے کل "اکنامسٹ لندن" میں ایک مضمون پڑھا تھا جو تین صفحے کا ہے اور اس میں ایک روشن خیال مسلمان عالم دین اور ایک روشن خیال عیسائی پادری کے ساتھ گفتگو اور مکالمے درج ہیں جو بھی اس پادری کی intentions ہیں اس نے Christian religion کو اسلام پر ذرا edge دینے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے اندر میں نے خاص طور پر یہ بات نوٹ کی کہ وہ عیسائی دوست اپنے مسلمان دوست سے کہتا ہے کہ یہ جو مسلمانوں کے ممالک ہیں ان کی ۵۰ فیصد آبادی ۲۵ سال سے کم ہے یہ ان کو خوف دلانے والی بات ہے بعض ممالک میں ۵۰ فیصد اور بعض ممالک میں ۶۰ فیصدی یہ ۲۵ سال سے کم ہے نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد ہے آپ یورپ اور امریکہ میں چلے جائیں گلیاں سونی سونی ہیں اجاڑ ہیں ویران ہیں کوئی خوشی کے آثار نہیں بچوں کے ساتھ خوشی ہوتی ہے۔ بچوں کے ساتھ رونقیں ہوتی ہیں وہاں پر بچے نہیں ہیں ایک بہت بڑا گھر ہوگا تو اس کے کسی کونے میں کوئی بچہ ہوگا تو ہوگا جو نظر نہیں آئے گا دو تین بوڑھے کسی کونے میں بیٹھے ہوں گے۔ وہ گھر سونا سونا ہے آپ کی جو فیملی لائف ہے جو گھر کی زندگی ہے اس میں وہ رونق نہیں رہی۔ میں نے اقوام متحدہ کا ایک پاپولیشن چارٹ دیکھا انہی ترقی یافتہ ملکوں

[Qazi Hussain Ahmed]

کا، جہاں خاندانی منصوبہ بندی کی پریکٹس ہو رہی ہے جہاں لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ ایک عملی نقشہ میں صرف اپنے دوستوں کی معلومات کے لیے life expectancy بڑھ گئی ہے سو سال کا آدمی بھی زندہ ہے ۸۰ سال کا اس کا بیٹا بھی زندہ ہے دونوں useless ہیں دونوں کوئی کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس کا ساٹھ سال کا بیٹا بھی ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہے ۴۰ سال کا جو بیٹا ہے وہ تین دادا اور تین نانا اور تین پشتوں کی دیکھ بھال کرتا ہے کیا یہ اس کے لیے ممکن ہے نیچے اس کا بھی دیکھنے والا کوئی نہیں ہے نیچے اس کا بھی ایک بیٹا یا دو بچے ہی اچھے ہیں۔ دو اچھے بچے روس کے یہاں افغانستان میں آ گئے اور وہاں پر ان کے ماں باپ رو رہے تھے کہ ہمارے بچے کو واپس بھیجو وہاں قتل ہو جائے گا ہمارے بچے کو واپس بھیجو۔ ابھی وہاں سعودی عرب میں آئے ہیں اور امریکی فریاد کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں ہمارا ایک ہی بچہ تھا اور لاڈلا بچہ وہاں چلا گیا ہے یہ جنگ انسانی تاریخ کا حصہ ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں جنگ مطلوب ہے اور ہمیں جنگ کے لیے پاپولیشن بڑھانی چاہیئے یہ نہیں کہتے لیکن ساری تاریخ آپ دیکھیں یہ اس کا حصہ ہے اس سے مفر نہیں ہے کہاں آپ بھاگ سکتے ہیں۔ یہ قوت ہے اور جس علامہ اقبال کا میں نے ذکر کیا تھا جس کو ہم اپنا قومی راہنما اور فلسفی سمجھتے ہیں اس نے پوری نظم اس پر اپنے فارسی کلام میں لکھی ہے کہ اس قوم پر افسوس ہے کہ جو پھل کے ڈر سے شاخ شجر کاٹنے کے لیے تیار ہے کہ اس کے اوپر پھل نہ آئے یہی قوموں کا سرمایہ ہوتا ہے تنومند نوجوان یہی نئی نسل اور بچے یہی تو سرمایہ ہیں جناب والا! ٹھیک ہے آپ کے جو بھی اقتصادی مسائل ہیں ان کے حل کے لیے مختلف طریقے سوچے جا سکتے ہیں لیکن خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر ہمارے ملک میں ایک بے حیائی پھیلانے کی مخالفت کرتے ہیں اور اس قوم میں یہ پاپولر نہیں بالکل یہ صحیح سوچا ہے جس نے سوچا ہے کہ یہ پاپولر نہیں ہے اور عملاً کیا ہو رہا ہے وہ جن لوگوں کو آپ کہتے ہیں کہ یہ اپنے بچوں کی پرورش نہیں کر سکتے ان کو کم بچے پیدا کرنے چاہئیں وہ تو اپنی ہی رفتار سے پیدا کر رہے ہیں اور جو دس دس اور بیس بیس بچوں کی استطاعت رکھتے ہیں ان کے پاس گھر میں ایک دو بچے ہوتے ہیں۔ اس کے

نتیجے میں وہ تفاوت مزید بڑھتا ہے۔ وہ تفاوت کم نہیں ہو رہا ہے۔ اور اس کا ہمارے ملک کے مستقبل پر بہت برا اثر پڑے گا۔

جناب والا! خارجہ پالیسی پر میں آتا ہوں جناب صدر نے کشمیر کا ذکر کیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے زمانے میں میں نے اس پر بات بھی کی تھی۔ اور سینٹ کے اندر بھی پیپلز پارٹی کے دور میں ۱۴ اگست ۱۹۸۹ء سے یہ تحریک شروع ہوئی ہے جب لوگوں نے گھروں پر پاکستانی جھنڈے لہرائے اس کے بعد یہ تحریک زور پکڑتی گئی نومبر ۸۹ء میں بھارتی پارلیمنٹ کے الیکشن ہوئے اور اس کا کشمیری مسلمانوں نے مکمل بائیکاٹ کیا صرف دو چار فیصد لوگوں نے اس میں ووٹ دیے اور اس کے نتیجے میں کشمیریوں کو ایک اعتماد مل گیا کہ ہماری ایک قوت ہے اور ہم منظم ہیں اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنا ایک انتفاضہ کا پروگرام شروع کیا یہ ان کا بنیادی طور پر انتفاضہ ہے۔ جو شہروں میں پرامن طور پر ایجی ٹیشن ہے۔ انہوں نے انتفاضہ شروع کیا لیکن جناب والا! نومبر گزر گیا دسمبر گزر گیا جنوری تک ہمارے الیکٹرانک میڈیا نے پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں اس کا نام تک نہیں لیا کہ کشمیر میں یہ کچھ ہو رہا ہے اور پھر جنوری ۱۹۹۰ء کو میں نے ایک پریس کانفرنس کی تھی اور اس میں ۵ فروری کو قوم سے ہڑتال کی اپیل کی تھی اور پھر کشمیر سے آئے ہوئے تمام اخبارات اور ہندوستان کے جو اخبارات تھے ان کی کٹنگز دکھائی وہاں پر کیا کچھ ہو رہا ہے اور ہماری بدقسمتی کہ جو لوگ اس کو اپنی شہ رگ کہتے ہیں وہاں کے لوگوں کو پتہ ہی چلنے نہیں دیا گیا وہاں کے لوگوں کو بے خبر رکھا گیا۔ اس کے بعد یہاں پر آئی جے آئی نے پروگرام بنایا اور آئی جے آئی نے جب پروگرام بنایا تو پھر حکومت عوامی جذبات کی وجہ سے مجبور ہو گئی اور انہوں نے lip service دینی شروع کی اور lip service سے آگے ان کی مدد نہیں بڑھی مجھے ذاتی طور پر علم ہے کیونکہ جو کشمیری مجاہدین آئے مہاجرین آئے ہیں۔ ہم نے ان کا [illegible] ہے حکومت کے اپنے پاس پورا خزانہ ہونے کے باوجود اربوں روپے ہونے کے باوجود ہم نے

[Qazi Hussain Ahmed]

دریوزہ گری کی اور قوم سے اپیل کی اور قوم سے جو ملتا تھا ہم ان کو پہنچاتے رہے اور ان کی جو بنیادی ضروریات تھیں ان کو پورا کرتے رہے اور اس وقت کی حکومت نے کچھ نہیں کیا اس وقت کی حکومت کا یہ فرض ہے اور یہ ہمارے منشور کا حصہ بھی ہے کہ کشمیر کی اور کشمیری مجاہدین کی کھل کر مدد کریں گے اور اخلاقی مدد کی بھی ان کو ضرورت ہے۔ میں نے خود اپنی قیادت میں پارلیمنٹ کے ممبروں پر مشتمل ایک بین الاقوامی ڈیلیگیشن تشکیل دی اس میں پیپلز پارٹی نے اتنا تعاون کیا کہ اپنے دو نمائندے ہمیں دے دیئے۔ چلیئے یہ بھی تمہارے ساتھ جائیں گے اس پر بھی ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ اتنا تو تم سے ہوا خرچہ ہم نے برداشت کیا حکومت سے پاس کشمیر کے کاز کے لیئے کوئی خرچہ بھی نہیں تھا۔ لیکن چلیئے اتنا انہوں نے کر دیا دو دوستوں کو انہوں نے کہہ دیا کہ ان کے ساتھ جا سکتے ہیں لیکن اب بھی بہت بڑے پیمانے پر انہیں مدد کی ضرورت ہے سارا دنیائے اسلام میں ہمارے لیئے بڑی goodwill پائی جاتی ہے بڑی خیر سگالی موجود ہے۔

جناب چیئرمین! کشمیر کا مسئلہ بڑا واضح ہے ہم تمام سربراہوں سے ملے ہیں اور وہاں کے پارلیمنٹ کے ممبروں اور وہاں کے بڑے بڑے دانشوروں سے ملے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا مسئلہ منطقی لحاظ سے درست ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کسی بھی منصف اور انصاف پسند آدمی کے سامنے آپ اپنا کیس پیش کریں تو وہ اس کو صحیح قرار دے گا۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم پرامن طور پر ان کی جدوجہد کی مدد کرتے ہیں۔ جب ہندوستان کے حکمران پرامن راستہ اختیار نہیں کرتے، اقوام متحدہ کی قراردادوں کا پاس نہیں کرتے حالانکہ وہ خود اس کیس کو اقوام متحدہ میں لے کر گئے تھے۔ کشمیری کھل کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں حق خود اختیاری چاہیئے اور وہ انہیں یہ حق نہیں دے رہے ہیں استصواب رائے نہیں کرا رہے، وہاں جو لوگ اس سلسلے میں جلوس نکالتے ہیں، ان کو وہ گولیوں کا نشانہ بناتے ہیں تو آپ پھر ہمیں بتائیے کہ ان کے پاس پھر کون سا پرامن راستہ باقی رہ جاتا ہے۔ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ ہم کس پرامن راستے سے ان کی مدد کریں۔ یہ تو ان کی آزادی کی جدوجہد ہے، آزادی اور حریت پسند انسان کا

حق ہے۔ کسی بھی منطق سے اور کسی بھی قانون کی رو سے کشمیر ان کا حصّہ نہیں بنتا ہے۔ کس منطق کی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ کشمیر ہمارا ہے، اس کے لیئے کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے جناب والا! بہت جرأت کے ساتھ وہاں لوگوں کو بھیجنا چاہیئے، وفود کو بھیجنا چاہیئے، اس کے لیئے لابی کرنی چاہیئے۔ جو بنیادی حقوق کی انجمنیں ہیں ان سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے۔ اسلام آباد میں یو این او کا دفتر موجود ہے، میں کہتا ہوں کہ حکومت ان بنیادی حقوق کی انجمنوں سے کیوں نہیں کہتی وہاں لوگ بھوکوں مر رہے ہیں، اس وقت سردی کا موسم ہے، لوگ اپنے اپنے گھروں کے اندر محصور ہیں، وہاں باہر جا کر کوئی مزدوری نہیں کر سکتا، پچھلے سال ان کی ٹورزم انڈسٹری وہاں ناکام ہو چکی ہے، ہندوستان نے کوشش کی ہے کہ وہاں غذائی اجناس اور مال نہ پہنچ سکے۔ وہ غذائی مال اور ادویات لے جانے والے راستوں میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ لوگ مجبور ہو جائیں اور وہ مجاہدین کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔ لوگوں کو مجبور کرنے کے لیئے کہ وہ مجاہدین کی امداد سے دست کش ہو جائیں ایسے اقدامات کرتے ہیں۔ جناب والا! وہ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ لوگوں کو پیٹ کی مار دی جائے۔ ان کو بھوکوں مارا جائے۔ حکومت پاکستان کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی مدد کرے کیونکہ آزاد کشمیر ہمارا حصّہ ہے، وہ ہمارے بھائی ہیں، وہ ہمارے ساتھ شامل ہیں آئینی طور پر وہ پاکستان کا حصّہ نہیں ہیں لیکن چونکہ ہم یہ اپنی اخلاقی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ ان کی مدد کریں اس لیئے ہم کر رہے ہیں۔ پاکستان کے خزانے سے ایک ارب سے زیادہ کی امداد ان کو دی جاتی ہے۔ ہندوستان کا مقبوضہ کشمیر پر قبضہ ناجائز ہے، ان کا ہمارے اوپر حق ہے کہ ہم ان کی مدد کریں ان کو خوراک پہنچائیں، ظاہر ہے کہ ہم خوراک کو یہاں سے گدھوں کے اوپر لاد کر نہیں پہنچا سکتے، لیکن کیش تو ان کو پہنچ سکتا ہے، ان کو اس طرح سے مدد دی جا سکتی ہے اس لیئے حکومت معذرت خواہانہ پالیسی اختیار کیے ہوئے ہے وہ صرف یہی کہہ رہے ہیں کہ ہم ان کی صرف اخلاقی مدد کرتے رہیں، سیاسی مدد کرتے رہیں، ہم ان کی مادی مدد نہیں کر رہے ہیں۔ ان کی مادی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ وہ ہمارے بھائی ہیں، وہ ہماری شہ رگ ہیں۔ ان کے اوپر

[Qazi Hussain Ahmed]

ناجائز قبضہ ہے، وہ اپنے حق کے لیئے لڑتے ہیں۔ ان کا حق دلوانا ہمارا فرض ہے۔ اس لیئے ان کی مادی مدد کرنا، ہم پر فرض ہے۔

جناب والا! اسی طرح افغانستان کا مسئلہ ہے، اب روس اور امریکہ نے مل کر بھی دیکھ لیا ہے۔ دونوں نے مل کر بھی دیکھ لیا ہے کہ وہاں نجیب اللہ حکومت نہیں کر سکتا۔ خلدونوں نے کوشش کی ہے کہ ظاہر شاہ سے بات کی جائے ایران کے ذریعے سے پھر گیلانی اور نجیب اللہ کی جینوا میں ملاقات ہوئی ہے۔ مشہد میں نجیب اللہ کو بلایا گیا ہے۔ نجیب اللہ سے ایرانی حکام نے بھی بات کی ہے۔ امریکہ اور روس نے کوشش کی کہ نجیب اللہ اور مجاہدین میں جو نام نہاد گروپ ہیں، ان کو شامل کر کے، ان میں ظاہر شاہ بھی شامل ہے، کوئی عبوری حکومت قائم کی جائے۔ اس طرح سے بھی ان کا یہ کام نہیں بنا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہاں روس کے اندر جو حکومت ہے وہ بھی بحران کا شکار ہو گئی ہے۔ شیورناڈزے نے استعفےٰ دے دیا ہے فوج اور شیورناڈزے کا اسی مسئلہ پر اختلاف تھا۔ روس کو اس مسئلہ نے بہت بڑے بحران میں مبتلا کیا ہے۔ افغان مسئلہ نے بحیثیت مجموعی خود کمیونزم کو دھچکا دیا ہے اور کمیونزم کو ناکام ثابت کر دیا ہے۔ اب صبح سے شام تک ایک قطار میں وہاں کے لوگ کھڑے رہتے ہیں اور شام کو انہیں راشن میں بند گوبھی ملتی ہے۔ پھر وہ بند گوبھی لے کر اپنے اہل و عیال کا پیٹ بھرتے ہیں! یہ وہ سرخ جنت ہے جو انہوں نے دنیا کو دکھائی ہے۔ وہ پورے مشرقی یورپ میں ناکام ہو گئے ہیں، یہ اب سارے سنٹرل ایشیا سے نکل رہے ہیں، آپس میں ان کے اختلافات ہیں۔ یہ بہت سارے امکانات افغانستان کے مجاہدین نے ہمارے سامنے روشن کر دیے ہیں۔ ہمارے لیئے انہوں نے دروازے کھول دیے ہیں کہ جو اقبال نے فرمایا تھا کہ

آسیائے پیکر آب و گل است
ملت افغاں در آں پیکر دل است

افغان ملت نے امت مسلمہ کے لیئے پورے ایشیا اور سنٹرل ایشیا میں اس طرف کے اور اس طرف کے بھی دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہماری تقدیر تبدیل ہو رہی ہے

اور اس میں بہت اچھے امکانات ہیں۔ اس لیئے ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے۔

جناب چیئرمین! اس وقت گل بدین حکمت یار نے تجویز دی ہے کہ ہم ایک ایسی عبوری حکومت مانے کے لیئے تیار ہیں جو سابق کمیونسٹ کریٹس اور ماہرین تعلیم پر مشتمل ہو اور جن کی حیثیت ترکیبی سے یہ ظاہر ہو کہ وہ وہاں مستقلاً برقرار نہیں رہیں گے۔ عارضی طور پر وہ حکومت میں آکر انتخابات کرا کے چلے جائیں گے۔ اس طرح کی ہم حکومت کو ماننے کے لیئے تیار ہیں۔ اور یہ مل جل کر بناتے ہیں۔ جس کا مقصد انتخابات کرانا ہو، ایسی حکومت کو قبول کرنے کے لیئے تیار ہیں۔ امریکہ کے سفیر نے بھی کہا ہے اور انہوں نے میرے گھر پر آکر یہ کہا ہے کہ ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ یہ جو راستہ گل بدین حکمت یار نے بتایا ہے اس سے مسئلہ کو حل کرنے کے لیئے راستہ ملتا ہے۔ یہ روس پر بھی ظاہر ہے کہ ان کے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ ان کے ساتھ بھی بات چیت کی جا سکتی ہے کیونکہ یہاں جو تاجکستان اور ازبکستان کے مفتی آئے تھے، وہ میرے مہمان تھے انہوں نے مجھے کہا تھا کہ اگر روس کو یہ ضمانت مل جائے کہ اگر پورے ایشیا میں اس جہاد کے لیئے ایسا کوئی تحریک شروع نہیں ہوگی تو اس صورت میں یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ سوویت یونین میں ایک بہت بڑی لابی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کس کے لیئے ۳ ملین ڈالر افغانستان میں خرچ کر رہے ہیں۔ جب ہم بھوکے مر رہے ہیں۔ مفتی صاحب خود سپریم کونسل کے ممبر ہیں۔ وہاں کے لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے مشرقی یورپ کو چھوڑ دیا ہے اس لیئے اب اس کو بھی چھوڑ دو لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ ان باتوں کا جواب یہ مل رہا ہے کہ اگر ہم تین سو ملین ڈالر سالانہ افغانستان میں خرچ نہیں کریں گے تو ایک ہزار ملین ڈالر سالانہ وسط ایشیا میں خرچ کرنے پڑیں گے۔ آپ ان کو یہ ضمانت دیجیئے۔ میں نے انہیں کہا کہ ہم یہ ضمانت دینے کے لیئے تیار ہیں افغانستان کے مجاہدین سے یہ ضمانت دلانے کے لیئے تیار ہیں وہ جو آزادیاں جو اس وقت دوسرے لوگوں کو دے رہے ہیں یعنی کتابوں پر پابندی نہ ہو، تبلیغ پر پابندی نہ ہو، خیالات کے پھیلانے پر پابندی نہ ہو، مسجدوں پر پابندی نہ ہو، تمام پر پابندیاں ختم کر دیں، اس کے بعد کسی کو ضرورت نہیں ہے کہ

[Qazi Hussain Ahmed]

وہاں پر کوئی مسلح انقلاب برپا کرے۔ مسلمانوں کا یہ علاقہ پہلے بھی تھا، انشاءاللہ بعد میں بھی مسلمانوں کا ہی علاقہ بنے گا۔ اس پر بات ہونی چاہیئے، اور اس کا کوئی حل نکلنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکل سکتا ہے حکومت اس کو صحیح رخ پر لے اور صحیح نہج پر اس سے آگے پیش رفت کرے۔

اسی طرح جناب والا! خلیج کا مسئلہ ہے۔ یہاں پر یہ بات ہوئی ہے کہ ہم خلیج کے مسئلہ کی وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔ کویت سے ہمارے بہت سارے پاکستانی بھی متاثر ہو کر واپس آگئے ہیں اور وہاں پر جو ہمارا source of income تھا، جو زرمبادلہ یہاں پہنچتا تھا، وہ بند ہو گیا ہے، پٹرول بھی اس کی وجہ سے مہنگا ہو گیا ہے، ہم خود اس سے متاثر ہوئے ہیں لیکن اس کا حل کیا ہے، کیا امریکی فوجوں کے پاس اس کا حل موجود ہے وہ کس طرح سے کویت کو خالی کروا سکتے ہیں، کویت کو کیسے خالی کیا جا سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم صرف اس لیئے آئے ہیں کہ عراق کو کویت سے نکالا جائے اور ہم یہاں مستقل رہنے کے لیئے نہیں آئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا کویت کو جنگ کے ذریعہ سے خالی کرایا جا سکتا ہے، کویت پانچ منٹ میں تباہ ہو جائے گا، کویت ایک مصنوعی ملک ہے، وہاں آب رسانی کی تنصیبات ہیں، وہاں کے لوگوں کو سمندر کا پانی صاف کر کے پلایا جاتا ہے، وہاں بجلی کا جو نظام ہے اسے desalination کرنے میں ۱۰/۲۰ سال لگے ہیں اسے تباہ کرنے میں پانچ منٹ لگتے ہیں۔ اگر جنگ ہو گی تو سب سے پہلے کویت تباہ ہو گا ایسا نہیں ہے کہ کویت خالی ہو جائے گا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں آجائے گا۔ کویت تباہ ہو گا۔ تیل کی تنصیبات تباہ ہوں گی۔ عراق اسرائیل پر حملہ کرے گا۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے اسرائیل پر جب حملہ ہو گا تو اسرائیل میدان جنگ میں آئے گا۔ اس طرح سے ایک طرف امریکہ اور اسرائیل ہو گا۔ جناب چیئرمین! آپ اس وقت کو دیکھیئے کہ کونسا مسلمان ہو گا جس کی ہمدردیاں امریکہ اور اسرائیل کے مقابلے میں عراق کے ساتھ نہ ہوں گی۔ کونسا ایسا مسلمان ہو گا جو عراق کے مقابلے میں امریکہ اور اسرائیل کی صف میں کھڑا ہو گا۔ کوئی بھی مسلمان یہ

نہیں کر سکتا اور ہمارے لیئے یہ ممکن ہی نہیں ہے اس لیے یہ eventuality
خارج از امکان نہیں ہے یہ نوشتہ دیوار ہے اگر جنگ ہوگی تو یہ صورت حال ہمارے
اوپر مسلط ہوگی ٹھیک ہے کہ سعودی عرب ہمارا دوست ہے عراق سے زیادہ
اس کے ساتھ ہمارے تعلقات استوار ہیں لیکن اس کی خیر خواہی ہمارے اوپر
فرض ہے اس کے لیئے جو بہتر ہے وہ ہمارے اوپر فرض ہے۔ اس کے اوپر امریکہ
مسلط ہے وہ تو امریکہ کو نہیں نکال سکتا۔ اور تشبیہ یہ ہے کہ امریکی پہلے آئے ہیں
اور بعد میں سعودیوں کو کہا ہے کہ ہمیں invite کرو۔ وہ پہلے آگر وہاں
براجمان ہوئے ہیں اس کے بعد ان کو invitation ملی ہے ہم ان کی مدد
کر سکتے ہیں۔ ان کی مدد کرنے کا جناب چیئرمین! طریقہ یہ ہے آپ ایک پلان بنائیں
سب سے پہلے اسلامی ممالک کی تنظیم ۷ و ۵ کے رکن ممالک عراق کو گھیریں اور
اس سے وعدہ لیں کہ وہ کویت سے اپنی فوجیں نکالے گا۔ نمبر دو یہ کہ آپ
امریکہ سے کہیں کہ وہ خلیج سے اپنی فوجیں نکالے۔ نمبر تین کہ پاکستان، ایران، عرب
امارت، ترکی یہ میری تجویز نہیں ہے اب مختلف گوشوں سے آرہی ہے، ہم نے
پہلے یہ تجویز پیش کی تھی ہم جب اسلامی تحریکوں کا وفد لے کر وہاں گئے تھے۔ صدام
سے شاہ حسین سے، شاہ فہد، نائف بن عبدالعزیز سے ملے تھے ایران گئے تھے
تو وہاں رہبر خامنہ ای سے ملے تھے رفسنجانی سے ملے تھے دو، دو تین، تین
گھنٹے ہماری ان کے ساتھ نشستیں ہوئی تھیں اور یہ سارا پلان ہم نے ان کے ساتھ
ڈسکس کیا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حکومت پاکستان اس میں invitiative
لے اور محنت کرے اپنے تمام وسائل کو اور [illegible] کرے
تو ان کو آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ عراق کوئی سپر پاور نہیں ہے۔ پاکستان، ایران، مصر
ترکی، عرب امارات اور سعودی عرب سب مل جل کر اس علاقے کی حفاظت بھی کر
سکتے ہیں اور اس میں استحکام بھی پیدا کر سکتے ہیں اور یہ زیادہ بہتر طریقہ ہے۔

[Qazi Hussain Ahmed]

سعودی عرب کے لیئے بہتر ہے۔ سعودی عرب کے اندر خود مجھے معلوم ہے اس وقت ایک بحران پیدا ہو چکا ہے۔ بہت سارے علماء کو وہاں پر امریکی افواج کی موجودگی پر اعتراض ہے ان کو بھی بچانے کا اور ان کی مدد کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ اور یہ بالکل آزاد بلاک ہو جو نہ عراق کے ماتحت ہو اور نہ ہی امریکہ کے ماتحت ہو بلکہ آزاد بلاک ہو۔ یہ invitiative لیا جائے اور اس مسئلے کو لے کر آگے بڑھا جائے۔

ہندوستان کے مسلمان ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ہماری طرف سے lip service بھی اتنی نہیں ہے جتنی ہونی چاہیئے حالانکہ لیاقت نہرو معاہدہ کے تحت ہمارا فرض ہے۔ ہندوستانی مسلمان ہماری قوم کا حصّہ ہیں۔ ہم نے تحریک پاکستان مل جل کر چلائی تھی۔ یو۔پی۔ سی۔پی، مدراس کے مسلمانوں کا اس میں حصّہ ہے۔ ان کی جدوجہد کے نتیجے میں وہاں تحریک مضبوط ہوئی جبکہ یہاں اتنی مضبوط نہ تھی۔ اب وہ ہندوؤں کے ہاں یرغمال ہیں۔ ہمارے اوپر ان کا یہ حق ہے کہ ہم ان کے لیئے آواز بلند کریں۔ ان کو تحفظ دلائیں۔ ان کے لیئے سارے مسلمان ممالک اور دیگر ممالک میں وفود جانے چاہئیں۔ بنیادی حقوق کے اداروں، اقوام متحدہ، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور غیر جانبدار ممالک کے پلیٹ فارم پر اس مسئلے کو اٹھانا چاہیئے۔ امریکہ میں عبادت خانوں کے محافظ اداروں کو بھی مطلع کرنا چاہیئے۔ ان تمام کو ظلم کے بارے میں بتانا چاہیئے اس دور میں بیسویں صدی میں بھی وہاں پر محض اس لیئے ظلم ہو رہا ہے کہ وہ اللہ کو ایک کہتے ہیں اُن کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ ہندو مذہب اختیار کریں۔

جناب والا! ہندوستانی مسلمانوں کے لیئے ہمیں پوری قوت کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔

جناب والا! میں نے آپ کا بڑا وقت لیا ہے میں اس کے لیئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے مجھے interrupt نہیں کیا اس کے لیئے شکر گزار ہوں ساتھیوں کا بھی شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : بہت شکریہ جی جاوید جبار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر۔

Mr. Javed Jabbar: I was very deeply interested and impressed by the speech by my honourable distinguished colleague but I am somewhat mystified. The honourable Senator is himself the Head of a component party of the coalition that heads the government. So easy, therefore, saying that the very government of which he is a part has not taken steps which should have been taken. Is he indulging in some very healthy self criticism, if so, I welcome and applaud.

جناب ڈپٹی چیئرمین : یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ جاوید صاحب آپ اور قاضی صاحب ہاؤس سے باہر اس کو ڈسکس کر لیں۔ بہت بہت شکریہ۔ بہرہ ور سعید صاحب میرا خیال ہے کہ وقت کم رہ گیا ہے۔ زہری صاحب معزز بزرگ رکن نے استدعا کی ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو وہ تقریر فرمائیں۔ آپ کل بول لیں۔ جناب زہری صاحب۔

Mr. Hassan A. Shaikh: Sir, I also want to speak on the same subject tomorrow.

Mr. Deputy Chairman: Of course, you will be given time tomorrow.

میر نبی بخش زہری : عزت مآب جناب چیئرمین صاحب! میں خوش ہوں کہ مجھے آپ نے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ میرے بہت سے معزز ممبران نے اظہار کیا اور ابھی خصوصاً قاضی صاحب نے جو اظہار خیال فرمایا اس میں بہت اہم چیزیں شامل تھیں۔ سب سے پہلے میں دو تین چیزوں کے متعلق مختصراً عرض کروں گا پھر خارجہ امور پر بولوں گا۔

صدر صاحب نے جو صوبائی خود مختاری کے متعلق فرمایا ہے وہ درست ہے

صدر صاحب یقیناً اسی ملک کے ہیں اور انہوں نے جو اندرونی اور بیرونی حالات کے بارے میں مشورے دیئے ہیں اُن کا میں خیر مقدم کرتا ہوں - صدر مملکت ملک کے بڑے تجربہ کار اور لائق فائق ہیں - صوبائی خود مختاری کا مسئلہ 1973ء کے آئین میں واضح نہیں ہے - لہٰذا اسمبلی کی کونسل کا اجلاس بلا کر اس میں اسے طے کیا جانا چاہیئے - تاکہ ایسے حالات پھر پیدا نہ ہوں جو ماضی کی 20 ماہ کی حکومت میں ہم نے دیکھے ہیں صوبے اور مرکز میں آپس میں اختلاف رائے رہا - ان حالات کا چرچا اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک میں بھی بہت سنا گیا جو کہ بڑا افسوسناک تھا - ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا یہ ملک کو کمزور کرنے کے مترادف ہے - اب خدا کرے کہ موجودہ حکومت موجودہ صورتحال کو بہتر بنانے کے لیئے عوام، پارلیمنٹ، صدر، وزیر اعظم، سینٹ اور قومی اسمبلی اور دیگر اداروں کے مشورے سے کوشاں رہے - تاکہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیئے طے ہو جائے - اس کے علاوہ صوبوں کو جو اختیارات دینے ہوں وہ دے دیئے جائیں - اس ضمن میں صوبوں کو سنا بھی جائے -

پاکستان کے قیام کے بعد اب چوتھی نسل چل رہی ہے جو حالات ہم نے دیکھے وہ انہیں پتہ نہیں حالات بہت دگرگوں ہیں - اس کے حل کے لیئے بہتر ہے کہ روس کے مسائل سامنے رکھنے چاہئیں جیسے میرے دوست قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس نے آج تک جو ترقی کی ہے وہ ہمارے سامنے ہے - اتنی طاقت سے عوام کو دبایا - لیکن وہ پھر اٹھ کھڑے ہوئے - ہم نہیں چاہتے کہ کسی ملک کے اندرونی معاملات میں ہم کچھ کہیں مگر آج دنیا میں سب کو اپنے معاملات کے متعلق رائے زنی کا حق حاصل ہے کیونکہ جمہوریت کو ہر ایک ملک نے مانا ہے - اور گورباچوف اب روس میں ہے نہیں یا بہت کمزور ہو چکا ہے - بہر حال یہاں اپنے ملک میں ہمیں ان معاملات کو ضرور طے کرنا چاہیئے - اس کے لیئے ہمارے ایوان

کے اور کان اس بات کو سنجیدگی سے دیکھیں کیونکہ اس کے بغیر کوئی بہتر حل نہیں ہو سکتا۔ اب موقع ہے کہ جاگیردار صوبوں کے لوگ آپس میں مل بیٹھیں پہلے تو ایسا ہی تھا کہ ایک فٹ بال ٹیم تھی۔ کبھی لڈو گول ہوتا تھا صوبوں کی طرف کبھی مرکز کی طرف گول ہوتا تھا ایک دوسرے کو زخمی کرتے تھے کسی کی ٹانگ زخمی ہے کسی کی ناک ٹوٹی ہوئی ہے۔ ایسے حالات اس وقت پیدا ہو گئے تھے۔ اس واسطے اسی ایوان میں میں نے کہا تھا :

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا،

کارِ طفلاں تمام خواہد شد

وہ ریکارڈ میں موجود ہے کیونکہ ہماری سابقہ وزیراعظم [illegible] دوست کی بیٹی، اب بھی میں ان کو دوست کی بیٹی کہتا ہوں۔ اب میں ان کا خیر خواہ ہوں، بدخواہ نہیں۔ بہت سے youngsters وزیر ایک سے زیادہ ایڈوائزر اور ایس ڈی وغیرہ بنائے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بات نہیں بنی جس کی ہم توقع رکھتے تھے۔ ایک بہت بڑے بردبار نامی باپ کی بیٹی کے جو مشیر تھے اگر وہ خود اتنی تجربہ کار نہیں تھیں تو اس کے مشیر تو تھے۔ مگر افسوس ہے ہم ایسے حالات میں ان کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ بہرحال یہ جمہوریت ہے

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے موجودہ وزیراعظم یہ ہمارے لئے قابل قدر ہیں۔ وہ بھٹی ہے یہ بھٹا ہے۔ دونوں ہمارے لئے بہتر ہیں یہ دونوں قریب قریب جوان بلکہ نوجوان ہیں۔ ان سے امید کرتے ہیں کہ وہ جن کے پیروکار تھے ان سے بھی کچھ سبق حاصل کریں وہ دیکھیں اور لوگوں سے ملاقات کریں، وزیراعظم کی پوسٹ ایسی نہیں ہے جو ایک صوبے کی ہوتی ہے معاف کرنا صوبہ، اگر کہا جائے چھوٹے لفظ میں معذرت خواہی کے ساتھ کہوں وہ ایک کنوئیں کا مینڈک تھا اب تمام دنیا سے واسطہ ہے۔ تمام دنیا سے واسطہ داری میں ٹائم لگتا ہے جو سمجھے اور سمجھائے۔ میں امید کرتا ہوں اس سے کہ وہ سمجھنے کی کوشش کریں گے اور یہ صوبائی طریقہ استعمال نہیں کریں گے جیسے صوبے میں بھی وہ اتنے مصروف تھے کہ ان کے وزیر بھی ان سے نہیں مل سکتے تھے۔ آج بھی یہی صورت حال میرے دیکھنے میں آتی ہے۔ بلکہ ان میں جتنا انکسار اور جتنے وہ ذاتی طور پر شریف ہیں حقیقتاً شریف شخصیت کے مالک ہیں، شریف باپ کے بیٹے ہیں۔ ان کو دیکھنا ہے کہ صرف شریف ہونے سے بھی کام نہیں بنتا وہ لوگوں کی مشکلات کو دیکھیں صوبوں کا دورہ کریں صرف کراچی اور اسلام آباد تک محدود ہونا کافی نہیں ہے بلکہ پورا ملک ہے ہر جگہ جا کر دیکھیں لوگوں سے مشورہ لیں تجربہ کار آدمی ان کے پاس موجود ہیں ان سے مشورہ میں انکو مشورے کیلئے بلائیں یہ کوئی عیب نہیں ہے میں ان کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ حکومت کو اس طرح چلائیں کہ وہ حل ہوں نہ صوبوں

[Mir Nabi Bakhsh Zehri]

سے بعض مسائل ہیں انکو طے کرائیں اور اپنے ملک کی ایڈمنسٹریشن کو بہت اچھی بنیادوں پر مضبوط کریں اور وہ وزیر اعظم کی کرسی پر یہاں بیٹھے اور پھر دورے کریں۔ آٹھ دن میں آٹھ ملکوں کا دورہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ آٹھ دن ضائع ہو جاتے ہیں بلکہ آٹھ دن میں وہ اپنے ملک اور خارجہ امور کو دیکھ کر ان کو کچھ سمجھیں اور کچھ سیکھیں۔ ہماری نہ صرف دلی ہمدردی ان کے ساتھ ہے بلکہ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ ہم ہر وقت یہی کہتے رہے ہیں۔ میرا اور میرے دوستوں کا کسی سے ذاتی عناد نہیں ہے جیسا کہ میں نے کہا وہ بھتیجی اور یہ بھتیجا۔ ہمارے دوست ہنس پڑے ہیں۔ حقیقتاً ایسا ہے۔ کسی سے ہماری لڑائی نہیں ہے۔ کوئی عناد نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں خدا انکو کامیاب کرے وہ ملک کو چلائیں اور ان کو ایسے لوگ ملیں جو ملک کو چلانے کے لئے ان کو اچھے مشورے دیں۔

میرے دوست سینیٹر قاضی صاحب نے خواتین کے متعلق بہت سی باتیں کیں۔ انہوں نے بہت اچھے دلائل دیے، جن کو سن کر میں [illegible] مستفید ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت کی نمائندگی ایوانوں میں رہے۔ صوبوں، سینیٹ اور نیشنل اسمبلی میں یا اور اداروں میں نمائندگی ہو تو اس سے کونسا نقصان ہمیں پہنچتا ہے۔ آج اگر وہ بے بس ہیں بگاڑوں میں ہیں ان کو ان کے میاں یا ان کے بھائی ووٹ دیتے وقت کہتے ہیں کہ تم فلاں کو ووٹ دو۔ جیسا کہ ہماری ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے علاقے میں بزگر ہوتے ہیں: ہمارے علاقے میں بزگر کہتے ہیں۔ کسی جگہ راحق کہتے ہیں پتہ نہیں کیا کہتے ہیں ان کو تعلیم یافتہ بنانے کی کوشش کریں۔ وہ ہمارے پچاس فیصد حصہ ہیں۔ ہمارا ملک کیسے ترقی کرے گا۔ جب کہ پچاس فیصد بے جان ہو۔ پچاس فیصد مرد ہوں اور ان میں بھی پچیس فیصد بوڑھے اور بچے ہوں۔ اور پچیس فیصد معطلیں سے دس کروڑ میں سے ڈھائی کروڑ رہ جاتے ہیں۔ ڈھائی کروڑ میں سے اکثر و بیشتر بے کار پھرتے ہیں۔ تعلیم حاصل کر کے بھی کام نہیں ملتا تو ہم کیسے ترقی کر سکتے ہیں۔ میں اتفاق کرتا ہوں کہ ہم میں بے حیائی نہیں ہونی چاہیے۔ مگر عورتوں کو موقع دینا چاہیے انکی نمائندگی ہونی چاہیے۔ ہم ان کے آگے لفٹ

دیں۔ اس میں ایسی حالت پیدا کریں۔ ہمارے علمائے دین، ہمارے قاضی صاحب بڑے مہربان ہیں۔ وہ عالم دین بھی ہیں۔ وہ ان سے فرمائیں کہ یہاں ایوان میں آئیں برقعہ لیں یا چادریں پہنیں وہ یقیناً عمل کریں گی کیونکہ عالم کہتے ہیں تو ان کی عزت ہمیں کرنی چاہیے۔ ہماری بھی بیٹیاں ہیں۔ ماں ہے۔ بہن ہے۔ قاضی صاحب نے یہ ضرور فرمایا کہ ان میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہا کہ ہم ان کے میاں بھی ہوتے ہیں۔ اس بات پر مجھے قاضی صاحب سے گلہ ہے۔ کیونکہ جو بھی خاتون ہو یقیناً چاہے وہ وزیراعظم میچر ہو۔ اس کا میاں تھا۔ وزیراعظم ہماری جو تھی بیگم بے نظیر اسکا بھی میاں آصف زرداری تھا۔ تو بتائیے کہ جہاں ہم ان سے پیدا ہوتے وہاں اللہ تعالیٰ نے سسٹم ایسا بنایا ہے کہ وہ ہم مردوں سے مستفید ہو جائیں گی جیسا کہ انہوں نے فرمایا وہ گھر کے کام میں بھی مدد دیتی ہیں جو کہ ایک مرد نہیں کر سکتا۔ میری یہ پرزور درخواست ہے کہ ان کو ضرور نمائندگی ملنی چاہیئے یہ ملک کے مفاد میں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ اس کے متعلق ایسی حد بندی نہ کی جائے کہ کوئی بات نکالے زبان سے تو کہیں کہ یہ اسلام کے خلاف ہے۔ نہیں بلکہ علمائے دین دیکھیں۔ ایک کہتا ہے خواتین کا کام کرنا اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ آپ نے جہاد میں بھی اسے بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جہاد میں بھی وہ لڑتی رہی ہیں۔ تو آپ بتائیے، ہر مقام پر خواتین کا کام ہے۔ باعزت طریقے سے ان کو کام کرنے کا موقع ملنا چاہیئے۔ اس سفارش کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ مہربانی کر کے ہمارے ہاؤس کے آنریبل ممبران سینیٹر صاحبان۔ ایم۔ این۔ این۔ ایم۔ پی۔ اینز اس رائے سے اتفاق فرمائیں اور ان کو نمائندگی دیں بلکہ ہم خود کوشش کریں کہ وہ آگے آئیں۔ اگر ہم ہمیشہ ہی آگے ہوتے رہیں ہیں قیامت تک پھر ہم آگے ہیں تو کب ان کا موقع آئے گا۔

میں قاضی صاحب کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں جو انہوں نے خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں دی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ میں جاؤ وہاں بے رونقی ہے تمام بھاگ دوڑ میں ہیں چاہے عورت ہے چاہے مرد اگر بچی یا بچہ ہے ہی

[Mir Nabi Bakhsh Zehri]

نہیں تو زندگی بے رونق ہے۔ ہر ایک کو کہتے ہیں دو بچے پیدا کرو ایک بچہ پیدا کرو۔ دو سے زیادہ نہ ہو جائیں تو نتیجہ یہ ہوا ہے کہ امریکہ میں نئی بلوڈ نظر ہی نہیں آتی۔ بیس پچیس سال، تیس سال پچاس سال کے بعد سارے بوڑھے امریکی رہ جائیں گے۔ وہ جنگ کے لئے بھی نہیں جا سکیں گے۔ وہ پھر خوراک مانگتے ہیں امریکہ سے، امریکہ کو بھی بڑا نقصان ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ رزق میں دینے والا ہوں ہم ایک عام آدمی کی حیثیت سے بات کرتے ہیں۔ ہم عالم دین نہیں ہیں۔ جب رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے تو پھر کس چیز کا فکر ہے۔ اب کیا ہو رہا ہے درست فرمایا سینیٹر قاضی صاحب نے کہ جتنا سمجھدار شہری طبقہ ہے وہ کچھ تعداد میں برتھ کنٹرول کرتا ہے۔ چاہے مالدار ہے چاہے کچھ بھی ہے اور اس کے دو بچے ہیں یا تین ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی حادثے میں فوت ہو جاتا ہے تو پھر ان کی جائدادوں کو اٹھا کر ہمارا قانون دوسرے لوگوں کو دے دیتا ہے ہمارا قانون انکی بیخ و بنیاد کو ختم کرتا ہے کہ بعد میں ان کی نسل سے ان کی نسل سے کوئی نہ رہے میں متفق ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ جو منصوبہ بندی ہے وہ صرف محدود طبقے تک ہو ہم پر نہ ہو۔ اس واسطے کہ یہ نسل جو بیٹھی ہوئی ہے یہ نسل کم ہوتی جائے گی۔ آج کسی غریب کے گھر آپ جائیں اور دیکھیں میں خود کل ایک جگہ گیا ہوں ایک غریب گھرانے میں ماشاءاللہ اتنے بچے ہیں ایک جگہ مجھے بتایا گیا کہ سات لڑکیاں ہیں اب تک شادی نہیں ہوئی دوسری جگہ گئے ان کے ۹ بچے تھے ان کو بھی خدا روزی دیتا ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے روزی مانگتے ہیں کسی سے اور نہ ہم نے دیکھا کہ وہ بھوکے تھے اللہ تعالیٰ ان کا خرچ چلوا کرتا ہے تو اب خاندانی منصوبہ بندی جو انٹرنیشنل ضرور ہے مگر یہ ہمارے عقیدے، مذہب کے کلیٹر کٹ خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دینے سے رزق کی مخالفت کرنا بچوں کی پیدائش کی مخالفت کرنا میرے نزدیک ہم کر نہیں سکتے اور نہ ہی کرنی چاہیئے

اب خارجہ امور کی طرف آتے ہیں۔ میں سینیٹر قاضی صاحب کی تقریر سے استفادہ کرتا ہوں۔ انہوں نے ایک تو کشمیر کے مسئلے کے متعلق فرمایا اور افغانستان کے

مسئلے کے متعلق فرمایا اور خلیج کے مسئلے کے متعلق فرمایا تو میں پہلے کشمیر کے مسئلے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کشمیر کا مسئلہ ایسا ہے کہ ہماری تین چار حکومتیں جو ماضی میں گزری ہیں سوائے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے دور کے، کشمیر کے مسئلے کے متعلق کسی نے نہیں سوچا۔ ہم صرف زبانی کلامی بات کرتے ہیں اشاروں سے بات کرتے ہیں۔ کشمیری ہمارے بھائی ہیں۔ آج تو اقوام متحدہ نے فیصلہ کیا ہے کہ عراق کویت سے کویت کی سرحد تک ڈیڈ لائن ہے کویت کے خالی کرنے کے لئے اگر خالی نہیں کیا تو تمام دنیا کی افواج آئی ہوئی ہیں اور بیٹھی ہوئی ہیں کہ عراق پر حملہ کریں گے۔ کویت کون ہے ہمارا مسلمان بھائی ہے۔ عراق کون ہے ہمارا مسلمان بھائی ہے۔ وہاں افواج کہاں سے آئی ہیں وہ غیر مسلم ممالک سے آئی ہیں اور کہاں آئی ہیں، کس کی حفاظت کر رہی ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور مکہ معظمہ کی یہ کہاں کا انصاف ہے کہ غیر مسلم لاکھوں فوجیوں کو منگوا کر ان مقامات کی حفاظت کروائیں۔ میرے خیال میں سعودی عرب کے حکمران بڑے اچھے انسان ہیں میں خود بادشاہ سے ملا ہوں۔ وہ بڑے نیک آدمی ہیں مگر غیر ملکیوں کو گھبراہٹ میں لایا گیا ہے یا مشیروں نے دھوکا دیا ہے امریکہ کو دعوت دے کر بلائیں گے تو پھر اس کے بعد کون پیچھے رہے گا یہودی بھی تو آئیں گے۔ یہ بات درست ہے جب لڑائی چھڑ جائے گی تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ کویت کو بھی تباہ کریں گے۔ کویت تباہ ہو ہی جائے گا۔ لیکن اس کے بعد سارے عرب ممالک اور خصوصاً سعودی عرب میں کون آئے گا۔ وہ امریکہ آئے گا اور یہودی آئیں گے اسرائیل آئے گا تو اس کے لئے ہمیں صاف گوئی سے بات کرنی چاہیئے۔ ہماری حکومت بھی شف شف نہ کرے ہمارا ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اسکا وزیر خارجہ اور اسکا وزیر اعظم یہ نہ کرے کہ بس وہ کشمیر کے مسئلے یا خلیج کے مسئلے میں خاموش رہے یا نرم طریقے سے بات کرے اور لوگوں کو ہم یہ سنائیں کہ وزیر اعظم ہندوستان سے ہم نے بات کی ہے اور وہ وزیر اعظم ہندوستان جو بیانات دیتا ہے اس کو تو ملک کے لوگوں کو پڑھنے کا موقع نہیں ملتا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ کشمیری بھائیوں کو قتل کرتا ہے۔ کتنا ان پر ظلم کرتا ہے

[Mir Nabi Bakhsh Zehri]

تو ان کا ادھر کوئی درک نہیں ہے۔ اگر درک ہے بھی تو یہاں کے اخبارات کو کہتے ہیں کہ ان خبروں کو ہوا نہ دی جائے کیونکہ ہمارے اخبارات کو ہندوستان سے وہ اطلاعات نہ ملتی ہوں۔ ہمیں کشمیری بھائیوں کی مکمل مدد کرنی چاہیئے۔ ہم ان کے لئے جہاد کریں تو جائز ہے۔ ہم ان کے لئے لڑیں تو جائز ہے۔ افغانستان کے لئے تو تم لڑ سکتے ہو کیونکہ امریکہ نے ہمیں کہا تھا۔ آپ کشمیر کے لئے کیوں نہیں لڑتے۔ یہی اقوام متحدہ عراق کے لئے ۱۵ جنوری کو ڈیڈ لائن مقرر کرتی ہے کہ تباہی کے لئے یہاں جنگ کرو۔ مگر اس اقوام متحدہ نے ہندوستان کو بھی تو کہا تھا کہ کشمیر میں استصواب رائے کراؤ وہاں رائے شماری کراؤ تاکہ وہ لوگ جہاں بھی جانا چاہتے ہیں، ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ اپنی مرضی سے جا سکیں۔ کیا وہ اقوام متحدہ کا فیصلہ کسی اور جگہ ہوا تھا۔ اس ہال میں ہوا تھا آج بھی وہی ہال ہے امریکہ اُدھر کشمیر میں فوج نہیں بھیج سکتا۔ ان کا بچاؤ نہیں کر سکتا ہم نہیں کہتے کہ وہاں امریکہ لڑے۔ لیکن انکا بچاؤ تو کرے وہاں تو امریکہ جانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لیکن جہاں مسلم ممالک کے زیر زمین پٹرول بہت ہے دولت بہت ہے یا مسلمانوں کو تباہ کرنے کی بات ہے یا اسرائیل کے ساتھ ملنے کی بات ہے اُدھر جا سکتا ہے کیا بات ہے کہ امریکہ کشمیر میں نہیں جا سکتا اِدھر اس کے بحری بیڑے اور جنگی جہاز کام نہیں دے سکتے۔ یہاں بھی تو ہندوستان کے جزیرے بہت ہیں۔ وہاں ان کے قریب آجائے وہاں کہے کہ مسلمانوں کو مت مارو چاہے کوئی طبقہ بھی ہو انسانی جانوں کو بچانے کے لیے اگر امریکہ دُنیا کا علمبردار ہے۔ سپر یم پاور ہے تو اسکا فرض ہے کہ وہ ہر جگہ انصاف کرے یہ امریکہ کی بے انصافی ہے۔ یہ ناجائز بات ہے۔ یہ مسئلہ کشمیر کا جو ذکر آتا ہے بار بار آتا ہے ان کے ہوائی جہاز یہاں ہزاروں میل دور آ سکتے ہیں تو وہاں کیوں نہیں جا سکتے۔ میرا امریکہ اور اپنی حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ اس مسئلے پر توجہ دے یا ہم وہاں سے اپنی فوجوں کو نکال لیں۔ عرب ممالک جانیں مسلمان جانیں جیسے کہ تجویز کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس خطے کے مسلمانوں کے لیئے اس کے سوا اور کوئی

[Mir Nabi Bakhsh Zehri]

[The House then adjouned to meet again at ten of the clock in the morning on Tuesday, December 27, 1990].

—:0:—